بسم اللہ الرحمن الرحیم

Shia Books PDF منظرایلیاء

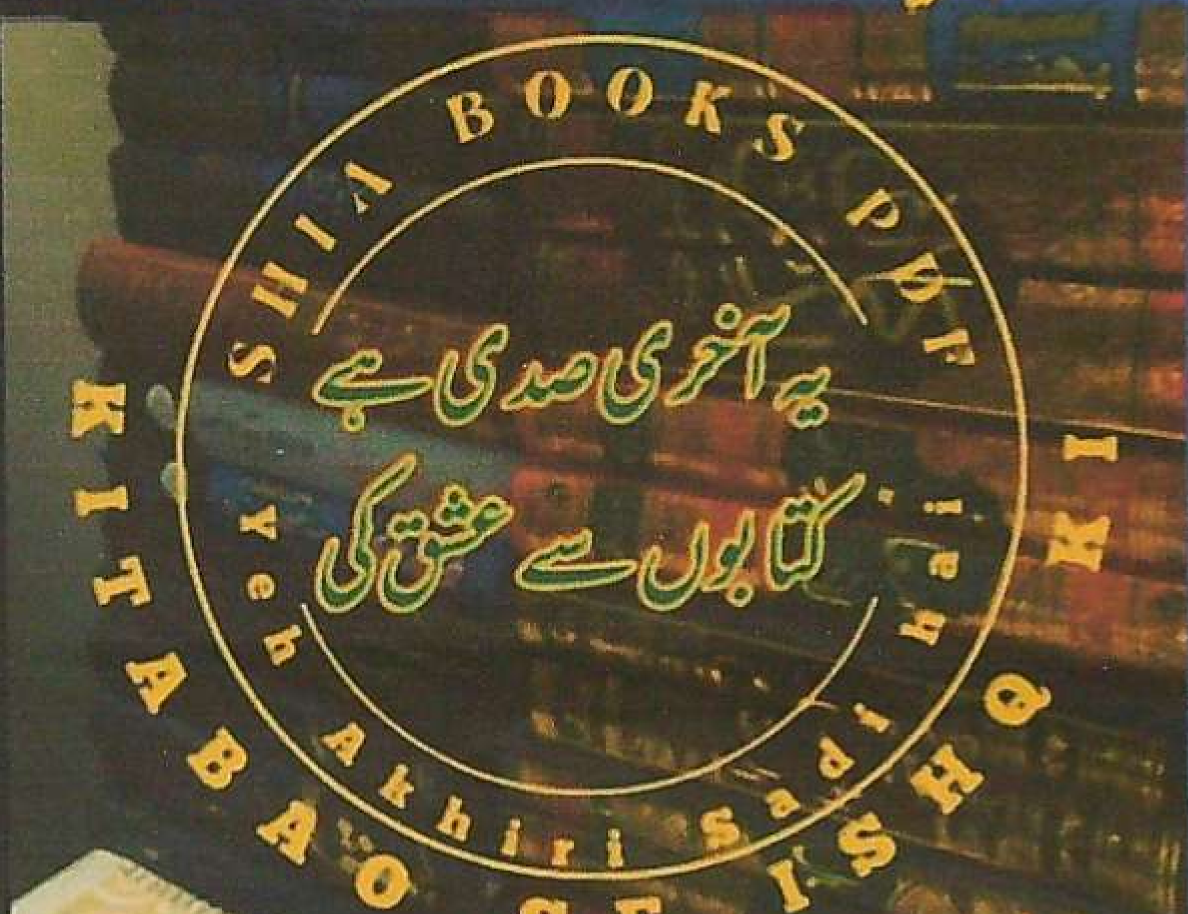

MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔ (ق ش)

الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ (حدیث نبوی)

علیؑ صدیق اکبر فاروق اعظم امیر المؤمنین امام المتقین۔

(حدیث رسول اللہؐ)

صلوٰۃ المتقین

المحقق:

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری

قومی ایوارڈ:

۱۔ وکیل عظمت معصومین علیہم السلام

۲۔ شیعہ علم ابوالفضل العباس علیہ السلام

زیارت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا مُمْتَحَنَۃُ امْتَحَنَکِ الَّذِیْ
خَلَقَکِ فَوَجَدَکِ لِمَا امْتَحَنَکِ صَابِرَۃً
اَنَالَکِ مُصَدِّقٌ صَابِرٌ عَلٰی مَا اَتٰی بِہٖ اَبُوْکِ
وَوَصِیُّہٗ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا وَاَنَا اَسْئَلُکِ
اِنْ کُنْتُ صَدَّقْتُکِ اِلَّا اَلْحَقْتِنِیْ بِتَصْدِیْقِیْ
لَھُمَا لِتُسَرَّ نَفْسِیْ فَاشْہَدِیْ اَنِّیْ طَاہِرٌ
بِوِلَایَتِکِ وَوِلَایَۃِ اٰلِ بَیْتِکِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ
عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ.

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم. (ق،ش)

الصلوٰۃ معراج المؤمنین. (حدیث نبویؐ)

علیؑ صدیق اکبر فاروق اعظم امیر المؤمنین امام المتقین.

(حدیث رسول اللہؐ)

صلوٰۃ المتقین

المحقق:

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری

قومی ایوارڈ:

ا۔ وکیلِ عظمت معصومین علیہم السلام

۲۔ شبیہہ علم ابوالفضل العباس علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

نام کتاب .... صلوۃ المتقین

تحقیق و تصنیف .... سید غلام رضا جعفری

.... عکسی سبزواری لاڑکانہ

پروف ریڈر و ناشر .... زوار غلام اکبر کھگی لاڑکانہ

سال اشاعت اول ۲۰۰۸ء

تعداد کتاب .... ۱۰۰۰ ایک ہزار

ہدیہ .... -/۱۲۰ روپے

رابطہ ایڈریس:

زوار غلام اکبر کھگی نزد کھگی امام بارگاہ لاڑکانہ

موبائل: 0308-3659619

اظہار تشکر

کتاب ہذا کی کتابت، اشاعت اور تشہیر میں جن جن حضرات نے تعاون فرمایا ہے اُس کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔
اللہ کی طرف سے اُن سب کو تصدق محمد و آل محمد علیہم السلام اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم ملت جعفریہ

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری لاڑکانہ

نذرانہ عقیدۃ

میں یہ حقیرانہ محنت آیۃ اللہ العظمیٰ آیۃ النبیؑ والائمۃ الھدیٰ ولی امور عالمین قائم آل محمد حجۃ صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین کی خدمت اقدس میں بطور نذرانہ عقیدۃ پیش کر رہا ہوں۔

پر امید ہوں کہ خاتم المعصومین خاتم الائمہ صلواۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین اپنی کریمانہ نظر سے نوازیں گے اور شرف قبولیت بخشینگے بحق عصمت سیدۃ عالم صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیھا۔

کنیززادہ

غلام رضا

" انتساب "

میں یہ کتاب اپنے قابل صد احترام والدین اور جد بزرگوار مفکر اسلام علامہ سید ڈہل علی جعفری شمسی سبزواری اور اپنے چچا مناظر شیعہ علامہ زوار سید احمد علی جعفری شمسی سبزواری (رحمۃ اللہ علیہم) کے مبارک اسماء سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی تربیت سے میں اسکے لائق بنا۔

مومنین حضرات کی خدمت میں مرحومین کے ایصال ثواب لیئے تلاوت سورۃ الفاتحہ کی عرض ہے۔ شکریہ

غلام رضا عفی عنہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن اللعین الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصا علیٰ امام الانبیاء خاتم الانبیا احمد ان المجتبیٰ محمد المصطفیٰ و اھلبیتہ الشرفا الطیبین الطاھرین المعصومین المحرومین المظلومین الذین اذھب اللّٰہ عنھم الرجس وطھر ھم تطھیرا و لعنۃ اللّٰہ دائما علیٰ اعدائھم اجمعین۔ اما بعد:

تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں نہایت قرب ومحبت و احترام سے سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ کے بعد دعا گو ہوں کہ سب کو ولایت وزیارت و امداد وشفاعت محمد وال محمد صلوٰۃ اللہ علیہم نصیب ہو۔ امین ثم امین۔

بعد میں گذارش ہے کہ دور حاضر کی تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں متحد ہوں۔ جب ہم متحد ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہلا نہ سکے گی لیکن مسلم دنیا متحد ہو تو کیسے؟ جبکہ ہم میں بیشار اصولی اور فروعی اختلافات موجود ہیں۔ ہر ایک کا تصور توحید الگ، تصور عصمت وعظمت الگ، تصور خلافت و امامت الگ مسائل حلال و حرام الگ، احکام حج الگ، احکام زیارت الگ، احکام خیر وخیرات نذر و نیاز الگ، احکام زکوٰۃ الگ، احکام نکاح الگ، احکام طلاق الگ، احکام جزا الگ، احکام سزا،

احکام جنازہ الگ، احکام قبر الگ، احکام روزہ الگ، احکام غسل الگ، احکام وضو الگ، احکام نماز الگ، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ ہی جانے کہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کو کہاں چھوڑا تھا اور ہم کہاں پہنچ گئے۔

ذرا غور سے سوچیے، دین مبین میں اتنے اختلافات کس نے پیدا کیے۔ کیا غربا و مساکین نے کیا ان پڑھ لوگوں نے یا.......... نے؟

اگر خدا پرست کی حیثیت سے سوچا جائے تو ارشاد رب العزۃ ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلافا کثیرا. س النساء آیۃ ۸۲۔ انہوں نے قرآن مجید میں غور نہیں کیا اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا۔

مقصد یہ ہی ہوا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہوتا ہے اسمیں اختلاف نہیں ہوتا۔ ہمارا دین اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (ق ش)

تو اب حیرانگی ہے، اس دین میں اتنے اختلافات کیوں؟ ہر چیز میں اختلاف!!! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات تو ایک ہی بتائی ہوگی نہ، یہ اختلافات کیوں؟ ایک غیر جانبدار محقق لازی یہ کہے گا کہ دین ایک ہے طریقہ ایک ہے، اصل ایک فرع ایک، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان واضح ہے۔ الیوم اکملت لکم

دینکم. یہ اختلافات بعد کی پیداوار ہیں۔

اختلافات اتنے شدید کہ ایک دوسرے پر کفر و شرک اور نفاق کے فتوے!!! اللہ اکبر۔ اللہ ہی جانے کہ اللہ اور اس کا رسول ص کیا چاہتے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔ یہ ہی مقام غور و فکر ہے۔

اسلام میں تمام اعمال میں رئیس عمل "نماز"۔ اس نماز کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ کوئی دونوں ہاتھ سینہ پر باندھتے ہیں کوئی ناف پر کوئی زیر ناف اور کوئی کھولتا ہے۔ یہ سارے طریقے غیر شیعہ اسلامی فرقوں میں موجود ہیں لیکن شیعہ امامیہ اثناء عشریہ خیر البریہ ہی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔

لائق احترام قارئین کرام ذرا انصاف سے سوچیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں کچھ وہ حضرات تھے جو تیئیس برس قریب رہے۔ کچھ کم کچھ کم کچھ اور اور اور برس کم اس طرح نیچے آتے جائیں کچھ وہ تھے جو ایک ماہ یا اس سے بھی کم ساتھ رہے۔ یعنی رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیئیس برس تک نماز پڑھتے رہے۔ اور باقی دیکھتے رہے۔ کسی نے فاصلے سے دیکھا کسی نے ساتھ پڑھ کر دیکھا۔ تیئیس برس آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اختلاف کیوں؟ رسول اللہ (ص) نے تو نماز ایک ہی طریقے سے پڑھی ہوگی نہ؟ کبھی کیسے کبھی ایسے کبھی ویسے تو نہیں؟ آخر روایات میں اختلافات کیوں ہے؟ اور یہ بات مسلم ہے کہ گھر کا پتہ گھر

والوں کو ہوتا ہے۔ اگر اختلافات نہیں تو فقط اور فقط ائمۃ الھدی علیھم السلام میں نہیں ۔سب کی بات ایک قول ایک فعل ایک۔ مولائے متقیان امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اور مولاتی فاطمۃ زھری ع سے لیکر قائم الحجہ صلواۃ اللہ علیھم سب کی تاریخ کا مطالعہ کریں، ان معصومین صلوٰۃ اللہ علیھم میں کوئی اختلاف نہیں۔

آخر کیوں؟ ان میں اختلاف کیوں نہ ہوا؟

میرے لائق احترام قارئین کرام یہ اتحاد اس لیئے ہے کہ یہ معصومین (صلوٰۃ اللہ علیھم) ہیں "حجج اللہ علی العباد" اگر ان میں اختلاف ہوتا تو دین ختم ہو جاتا۔ اور آئمۃ الھدی علیھم السلام نے وہ کچھ کیا جو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکو ملا اور رسول اللہ (ص) نے وہ کچھ کیا جو انکو اللہ تعالیٰ سے ملا۔ یہ اہلبیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ہیں۔

قرآن مجید "ھدی للمتقین" مولا علی علیہ السلام "امام المتقین" ائمۃ الھدی علیھم السلام "آئمۃ المتقین" انکی بتائی ہوئی نماز جو انہوں نے قرآن مجید اور رسول اللہ (ص) کی نماز سے بتائی وہ "صلاۃ المتقین" ہوگی۔ اس لیئے اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے "صلاۃ المتقین"۔ آیئے اس نماز کو تمام مکاتب فکر کی کتب میں تلاش کریں۔

قارئین کرام آپ یقین جانیں میرا قلم کسی مذہب یا ملت کے خلاف نہیں

چلتا۔ میں نے بغیر کسی تعصب کے مسائل نماز پہ سینکڑوں کتابیں پڑھی ہیں۔ جن میں صحاح ستہ، کتب اربعہ، مستدرک، مسانید، کتب احادیث، تفاسیر اور کتب علم الرجال شامل ہیں۔ اور پھر ان روایات، اور احادیث کو پرکھنے اور سمجھنے میں کتنی محنت کرنی پڑی ہے۔ اور برسوں کا وقت صرف کرنا پڑا ہے۔ بغیر تعصب کے کہتا ہوں اور بات حق کی کرتا ہوں کہ مجھے ان تمام کتب میں صرف اور صرف ایک ہی طریقہ نماز ملا ہے۔ کہیں میں ظاہراً موجود ہے کہیں میں چھپا چھپا ہوا موجود ہے۔ لیکن ہے ضرور اور وہ، وہ ہے جس نماز کا نام اس کتاب پہ رکھا گیا ہے۔ یعنی "صلوٰۃ المتقین"۔

اب ان اثبات کے بعد اگر کوئی اس پہ عمل کرے تو اسکی خوش قسمتی ہوگی اگر نہ کرے تو اسکی اپنی مرضی ہوگی۔ لا اکراہ فی الدین:

آیئے منصف بن کر آئمۃ المتقین صلوٰۃ اللہ علیہم کے کنیز زادوں کی صفوں میں پڑھی جانے والی نماز کے اثبات کا مطالعہ کریں۔ شکریہ

نیک تمناؤں سے آپ سب کا دعا گو

خادم خدام اھلبیت النبوۃ

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزوار یلاڑکانہ سندھ پاکستان۔

14.12.2005

۱-۱۱-۱۴۲۵ھ

یوم ولادت معصومہ قم سلام اللہ علیہا۔

اہمیت نماز

نماز ایک ایسا اہم عمل ہے جو بندہ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضر کرتا ہے۔ تاکہ بندہ خود بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنی عاجزی وانکساری ظاہر کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی مانگے۔

آپ غور کریں انسان کی پہچان سر سے ہوتی ہے اور جبین (پیشانی) پورے جسم میں عزت کا مقام ہے۔ انسان سر کو سجدہ میں مٹی پہ رکھتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ مٹی لگ جائیگی۔ مٹی پہ پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ گویا ساجد مسجود کے سامنے سر مٹی پہ رکھ کے اقرار کرتا ہے۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں تو مٹی ہوں، تو سب کچھ ہے تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو ہی اعلی ہے تیری ہی تعریف ہے۔ تیری ہی تسبیح ہے۔ جب عجز وانکساری کے ساتھ نماز ختم کرتا ہے، تو بندہ حقیر دعا مانگتا ہے۔ وہ بھی ایسے نہیں حکم خداوندی ہے۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ. اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تک پہنچنے کے لیئے وسیلہ تلاش کرو۔

اب ساجد مسجود سے دعا کرتا ہے "اے اللہ تجھے محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ میرے گناہ معاف کر دے۔۔۔ میری نماز قبول کر۔۔۔ میرا فلاں فلاں کام

کر دے وغیرہ" آپ یقین جانیئے یہ نماز یہ دعا قبول ہو جائیگی۔ اللہ کریم ہے اللہ رؤف الرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کر دی ہے جیسا کہ کلام اللہ مجید میں ہے۔

۱۔ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلواۃ۔۔ ۳،۲ س البقرۃ۔ ہدایت کرتا ہے متقین کی جو غیب پہ ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

۲۔ صرف ترجمہ، کیوں کہ سجدہ واجب کی آیۃ ہے۔ پہلی وحی س العلق۔

۳۔ اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" آیۃ ۱۹ س العلق۔

۴۔ وامر اھلک بالصلوۃ و اصطبر علیھا. ۱۳۲ س طٰہٰ۔ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم کر اور خود قائم رہ اس پر۔

۵۔ واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر. ۴۵ س العنکبوت۔ اور نماز قائم کر یقینا نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے۔

۶۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون... والذین ھم علیٰ صلواتھم یحافظون. ۹،۲،۱ س المؤمنون۔ کامیاب ہو گئے مومنین جنہوں نے اپنی نمازیں خشوع سے ادا کیں۔۔۔ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے رہے۔

۷۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ

فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع۔ ۹س الجمعۃ۔ اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو دوڑو اللہ کے ذکر کے لئے اور لین دین (کاروبار) چھوڑ دو۔

۸۔ فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا۔ (یعنی) پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پوری نماز پڑھو۔ بیشک نماز مؤمنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ آیہ ۱۰۳ س النساء ۹۔ منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ یعنی اسی (اللہ) کی طرف رجوع کرنے والے بنو اور اسی سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ آیہ ۳۱ س الروم۔

ویسے تو قرآن مجید نماز کے احکام سے بھرا پڑا ہے، ہم ان سات آیات پر مختصر کرتے ہیں۔

قارئین کرام آپ نے دیکھا نماز فرض ہے۔ کیسا فرض آیئے پہلے حضرات اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے کتب کو دیکھیں۔

اہمیت نماز در کتب اہل سنت والجماعت

۱۔ العھد الذی بیننا وبینھم الصلواۃ فمن ترکھا فقد کفر۔ (عن النبی ص)

ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان نماز کا فرق ہے۔ جس نے بھی نماز

ترک کی اسے یقیناً کفر کیا۔ (صلواۃ المسلمین ص ۲۷ بحوالہ ترمذی والنسائی والعراقی)

۲۔بین الکفر والایمان ترک الصلواۃ. کفر اور ایمان کے درمیان امتیاز نماز ترک کرنا ہے (قال النبی ص) صحیح ترمذی کتاب الایمان ب ۷۔ ۲ ح ۱۵۴۔

۳۔ان بین الرجل و بین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ.
محترم مسعود احمد صاحب بانی جماعت المسلمین یوں ترجمہ کرتے ہیں: بے شک (مومن) آدمی اور شرک و کفر کے درمیان صرف ترک الصلوٰۃ (کا فرق) ہے۔
(صلوٰۃ المسلمین) ص ۲۷ بحوالہ صحیح مسلم کتاب الایمان۔

قارئین کرام نماز فرض ہے۔ آیئے ذرا کتب شیعہ اثنا عشریہ خیرالبریہ کا بھی مطالعہ کریں۔

اہمیت نماز در کتب شیعہ اثنا عشریہ

۱۔فرمایا رسول اللہ ص نے نماز دین کا ستون ہے جس نے بالقصد اسکو ترک کیا اس نے اپنے دین کو ڈھایا اور جس نے اوقات نماز کو ترک کیا وہ ویل میں داخل ہوگا ویل جہنم کی ایک وادی ہے۔ (حوالہ بعد میں)

۲۔فرمایا آنحضرت ص نے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کرو۔ ورنہ نماز ضائع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ فرعون وقارون وہامان کے ساتھ محشور کرے گا۔ (حوالہ بعد میں)

۳۔فرمایا آنحضرت ص نے جس نے نماز کو بغیر کسی عذر کے (جیسے عورت

کے لئے ایام حیض ونفاس ہیں) چھوڑا اسکے اعمال حبط ہوگئے (تینوں احادیث کے لئے دیکھئے: صدوق = جامع الاخبار باب ۳۲ تارک الصلوٰۃ)

۴۔ امیرالمؤمنین علی ع نے اپنے صحابہ کو وصیت فرمائی:۔

نماز کی پابندی کرو اور اسکی حفاظت کرو۔ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھو اور اسکے ذریعہ خدا سے تقرب حاصل کرو۔ کیونکہ نماز مومن پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

کیا تم نے قرآن مجید میں دوزخیوں کا جواب نہیں سنا جب ان سے پوچھا جائیگا کہ کیا چیز تمہیں دوزخ میں کھینچ لائی ہے؟ تو وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یقیناً نماز گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور اسطرح الگ کردیتی ہے جیسے (چوپایوں کے گردنوں سے) پھندے کھول دیئے جائیں۔ رسول اللہ ص نے نماز کی اس گرم چشمے سے تشبیہ دی ہے جو کسی گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس سے دن رات میں پانچ وقت غسل کرتا ہو تو اسکے بدن پر میل باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۸ ترجمہ میرزا یوسف حسین ص ۶۰۳)

قارئین کرام آپ نے دیکھا نماز کتنی اہم عبادت ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے "نماز پڑھیں تو کس طرح پڑھیں؟"

ارشاد رب العزت ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" اے رسول ص نے ان سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ یعنی

نماز وہ پڑھیں جو رسول اللہ ص نے پڑھی۔ اس لئے کتب فریقین میں ایک مشہور و معروف حدیث ہے "صلوا کما رأیتمونی" "نماز اس طریقے سے پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ تو آیئے صاف دل ہو کے منصف مزاج ہو کے بغیر کسی تعصب کے متلاشی حق ہو کے" "نماز رسول ص" کو تلاش کریں۔ وھو المقصودی وھو المرادی۔

باب اول "وضو"

فصل الاول "قرآن مجید میں وضو"

۱.۱ یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین.. آیۃ ۶ س المائدۃ پ ۶ ۔ اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کے لئے آمادہ ہو تو دھولو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور مسح کرو اپنے سروں کے (کچھ حصہ) کا اور اپنے پاؤں کا انگی پیٹھ کی ہڈی کے ابھار تک۔

اہل سنت والجماعت حضرات وضو میں پاؤں دھوتے ہیں۔ جبکہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ حضرات وضو میں پاؤں کا مسح کرتے ہیں۔

مسائل نماز میں یہ پہلا اختلاف ہے۔ آیئے اس اختلافی مسئلہ کو کتب فریقین میں تلاش کرتے ہیں تا کہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

فصل دوم "آیۃ وضو اور علما اہل سنت والجماعت"

۲۔۱ جناب علامہ عبید اللہ عبد صاحب نے کلام اللہ مجید کا ترجمہ کیا ہے جس کے ناشر ہیں عثمان ظفر پبلشرز گوجرانوالہ۔ اسی ترجمہ میں آیۃ وضو کا لفظی

ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

یاایھا = اے ۔ الذین = جو ۔ آمنوا = ایمان لائے ۔ اذا = جب ۔ قمتم = تم کھڑے ہو ۔ الی = طرف ۔ الصلوۃ = نماز ۔ ف = پس ۔ اغسلو = دھولو ۔ وجوہ = چہرے ۔ کم = تم اپنے ۔ وایدی = اور ہاتھ ۔ کم = تم اپنے ۔ الی = طرف ۔ المرافق = کہنیوں ۔ وامسحوا = اور مسح کرلو ۔ ب = پر روس = سروں ۔ کم = تم ۔ و = اور ۔ ارجل = پاؤں ۔ کم = تم ۔ الی = تک ۔ الکعبین = ٹخنوں ۔ دیکھیے ص ۱۷۱۔

۳۔۴ قرآن مجید کا سندھی زبان میں ایک منظوم ترجمہ مولوی الحاج محمد ملاح بالامر امیر الولید بن طلاح بن عبد العزیز آل سعود (سعودیہ العربیہ) سنہ طباعت ۱۴۱۵ھ شائع ہوا ہے جس میں آیہ وضو کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔ سندھی نظم کا اردو ترجمہ اے وہ جنہوں نے قبول کیا ایمان کو کھڑے ہوئے واسطے نماز کے پھر دھوئیں چہرے اور ہاتھ اپنے کہنیوں تک پھر مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک۔

۳۔۴ قرآن مجید کا ایک اور سندھی زبان میں ترجمہ جناب مولوی قاضی عبد الرزاق صاحب اور دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے جو مطابق تراجم شاہ ولی اللہ، شاہ عبد القادر، شیخ الہند علامہ محمود الحسن، علامہ امروٹی، علامہ ابو الکلام آزاد اور علامہ ابو الاعلیٰ مودودی ہے۔ اور اس قرآن مجید جو قرآن کمپنی حیدرآباد سندھ نے

چھپوایا ہے۔ میں آیہ وضو کا سندھی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو اردو میں اس طرح ہوگا "اے مومنین جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔

۵۔۴ اور یہ ہیں جناب روحانی خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب آیہ وضو کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کھڑے ہو نماز کے واسطے پس دھوؤ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پیروں کا ٹخنوں تک۔ علامہ روحانی صاحب مزید لکھتے ہیں۔ وضو کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وضو میں جن اعضا کا دھونا ضروری ہے وہ خشک نہ رہ جائیں۔ قرآن پاک میں وضو کے چار فرض بیان کیئے گئے ہیں۔ منہ دھونا (پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک) دونوں ہاتھ دھونا کہنیوں سمیت، سر کا مسح کرنا، دونوں پیروں کا مسح کرنا ٹخنوں تک۔ دیکھیے روحانی نماز زیر عنوان" وضو کے مسائل" ص ۸۳ عظیمی پرنٹرز ناظم آباد نمبر ا کراچی مکتبہ روحانی ڈائجسٹ۔

۵۔۶ اور علامہ اشرف علی تھانوی صاحب نے آیہ وضو کا ترجمہ یوں کیا ہے" جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پہ ہاتھ پھیر و اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔ دیکھیے تفسیر

البیان القرآن تاج کمپنی سن ۲۰۰۱ ع ص ۲۲۲۔

اور یہ ہیں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی صاحب آیہ وضو کے معنی یوں کرتے ہیں۔ اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک۔ دیکھیے ترجمہ قرآن مجید مع فوائد موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی "A" اویس کمپنی ۳۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور اور یہ ہیں امام اہلسنت حافظ ابومحمد علی بن احمد سعید المعروف بہ امام ابن حزم اندلسی المتوفی ۴۵۶ھ۔

۲۰۰ پاؤں پر مسح۔ پاؤں کے مسح کے بارے میں ہم نے جو کہا تھا تو یہ اس لیئے کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وامسحوا برؤسکم وارجلکم۔ (المائدہ:۶) اور تم مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پاؤں کا۔ ارجل کے لام کو خواہ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے یا کسرہ کے ساتھ، یہ ہر حال میں پاؤں کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت پاؤں کے مسح کی قائل ہے مثلاً حضرت علی بن ابی طالب، ابن عباس، حسن المجتبیٰ، عکرمہ شعبی اور انکے علاوہ دیگر بہت سے حضرات۔ امام طبری کا قول بھی یہ ہی ہے۔ حضرت رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ص کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اس وقت تک تم میں سے کسی کی نماز درست نہیں جب تک وہ اس طرح اچھے طریقے سے وضو نہ کرلے جیسا کے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر اپنے

چہرے کو دھوئے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور پھر سر کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں پاؤں کے نیچے حصہ کا مسح زیادہ ضروری خیال کرتا تھا تا آنکہ میں نے حضورؐ کو پاؤں کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ دیکھیے المحلی ج اول ص ۲۹۲۔۲۹۳ ترجمہ اردو مترجم علامہ غلام احمد حریری نظر ثانی علامہ ابو الاشبال صغیر احمد شاغف بہاری مقیم جدہ۔

اور امام حزم کے متعلق اسی کتاب کے تصدیق میں یوں لکھا ہے پانچویں صدی ہجری کے مسلمہ مجتہد امام ابن حزمؒ اندلسی کی شہرہ آفاق کتاب ''المحلی'' ہے۔ جسے علماء محققین عموما اور شیخ الاسلام امام ابن تمیمہ اور امام ابن القیم جیسے اساطین علم وتحقیق خصوصا بڑی اہمیت دیتے رہے''۔

اب قرآن مجید سے وضو میں مسح پاء کا فیصلہ تو ہو ہی گیا۔ لیکن آیئے اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

فصل سوم ''کتب اہل سنت والجماعت سے اثبات مسح پاء''

۱۔۷ قال ابن عباس رضہ ان الناس ابو االاغسل ولا اجد فی کتاب الله الا المسح سنن ابن ماجه ابواب الطهارت وسننها باب ۱۰۱ ح ۴۹۴۔ ابن عباس رضہ نے کہا لوگ تو پیروں کے دھونے کے علاوہ انکار کرتے ہیں اور میں تو قرآن مجید میں (پاؤں کے) مسح کے علاوہ کچھ نہیں پاتا۔

۸۔۲ عظمت ابن عباس رضہ: اگر صحابہ کی ایک جماعت کے اقوال باہم متعارض پڑیں تو دیکھا جائیگا کہ آیا ان اقوال کو ایک ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جمع ممکن ہے۔ تو ان کو جمع کرلیں۔ لیکن جب یہ بات دشوار ہو تو ان میں سے ابن عباس رضہ کے قول کو مقدم رکھیں گے۔ کیوں کہ نبی ص نے ابن عباس کو تفسیر قرآن شریف کے بارے میں بشارت دی تھی اور فرمایا تھا " اللّٰھم علمہ التاویل" یعنی بارالہٰی تو اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔ دیکھیے الاتقان فی علوم القرآن تالیف امام جلال الدین سیوطی ترجمہ اردو، ج ۲ ص ۳۵۱۔۳۶۰۔

نیز ابن عباس کے لیے نبی ص کی ایک دعا صحیح بخاری (اردو) کتاب العلم باب "نبی ص کا فرمانا کہ اللّٰھم علمہ الکتٰب ح ۷۴ ص ۳۰" مترجم حیرت دہلوی۔ اے اللہ اس کو اپنے کتاب کا علم عطا فرما۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری طبع مصر کتاب العلم باب ایضاً ص ۱۲۔ اور الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج ۲ باب ۲۵۰ ص ۲۸۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز صحیح بخاری طبع مصر کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر حتیٰ ترتفع الشمس ص ۷۰ ترجمہ اردو پ ۳ ص ۱۴۲ پر بھی موجود ہے۔

۹۔۳ اور یہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مزید دیکھیے تفسیر الدر المنثور الجزء السادس س المائدۃ ج ۲۸۳۔

۹۔۳ الدر المنثور کے اسی ص ۲۸ پر ہے: واخرج ابن ابی حاتم

عن ابن عباس قال الوضو غسلتان ومسحتان. ابن عباسؓ فرماتے ہے وضو میں دو غسل اور دو مسح ہیں۔

۴۔۱۰ (المسئلۃ الثامنۃ والثلاثون) اختلف الناس فی مسح الرجلین وفی غسلهما فنقل القفال فی تفسیره عن ابن عباس وانس بن مالک وعکرمۃ والشعبی وابی جعفر محمد بن علی باقر ان الواجب فیهما المسح وهو مذهب الامامیۃ من الشیعۃ (تفسیر کبیر ج ۱۱ المائدۃ ص ۱۶۱) لوگوں نے پاؤں کے مسح اور دھونے میں اختلاف کیا ہے۔ جس کو قفال نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ ابن عباس، انس بن مالک، عکرمۃ، الشعبی اور امام ابی جعفر محمد بن علی الباقر نے فرمایا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے اور وہی شیعہ امامیہ مذہب ہے۔

۵۔۱۱ ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا اور دو پر مسح کرنا (حوالہ بعد میں)۔

۶۔۱۲ ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے، ابن عمر، علقمہ، ابو جعفر، محمد بن علی عہ اور ایک روایت میں حضور حسن عہ اور جابر بن یزید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمۃ اپنے پیروں پر مسح کرایا کرتے تھے۔ شعبی فرماتے ہیں کہ جبرئیل

کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم ہے ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں پر مسح حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامرؓ سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرئیل عہ تو مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ نمبر ۱۱۔۵ اور ۱۲۔۶ کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر (اردو) مترجم علامہ محمد صاحب جونا گڑھی طبع لاہور۔ پ ۶ س المائدہ ص ۳۰۔ ۷۔ ۱۳۔ ۷۔

۱۳۔۷ انس سے سوال پوچھا گیا کہ الحجاج نے اپنے خطبہ میں پاؤں دھونے کے لئے کہا۔

حضرت انسؓ نے کہا "اللہ تعالیٰ سچا ہے اور الحجاج جھوٹا" وامسحوا برؤسکم وارجلکم اور انسؓ اپنے دونوں پاؤں پر مسح کرتے تھے۔ دیکھیے تفسیر الدر المنثور ج ۳ ص ۲۹۔ ۱۴۔ ۱۸ امام اہلسنت شعبی کی روایت جو اسی فصل میں نمبر ۱۲۔۶ میں گذری ہے کہ جبرئیل کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ چھوڑ دیا گیا۔ یہ عن ابن عباسؓ بھی ہے۔ دیکھیے کنزل العاج ۵ ص ۱۰۳۔

۱۵۔۹ ابن عباسؓ رضہ کی روایت "ما اجد فی الکتب الاغسلین ومسحین" سنن دار قطنی طبع فاروقی دہلی ص ۳۶ پر بھی لکھی ہے۔

۱۶۔۱۰ حضرات انسؓ، عکرمہؓ، شعبیؓ، وعامرؓ سے مروی ہے کہ جبرئیل

حکم وضو کے لیئے اترا اور مسح لایا ہے مگر (کیا کریں افسوس ہے) لوگ دھونا کہتے ہیں۔ تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۷۳ ۔۱۷ ۔۱۱ امام اہلسنت جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ۔۱۷۸ میں لکھا ہے کہ تفسیر ابن جریر دیگر تفاسیر سے درجہ میں اعلیٰ اور قدر میں اعظم ہے۔

۱۸ ۔۱۱ عن ابی مطرؒ قال بیننا نحن جلوس مع علی فی المسجد جآء رجل الی علی وقال ارنی وضوء رسول اللہ ﷺ فدعا قنبرؓ فقال ائتنی بکوز من ماء فغسل وجھه ویدیه ومسح راسه واحدة و رجلیه الی الکعبین رواہ عبدبن حمید (فلک النجاۃ ج ۲ ص ۱۳۳ بحوالہ کنزل العمال ج ۵ ص ۱۰۸) ابی مطر کہتے ہیں کہ ہم علی علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمیں رسول اللہ ص کا وضو دکھائیں مولائے متقیان علیہ السلام نے اپنے غلام قنبرؓ کو حکم دیا کہ کوزہ پانی لاؤ، وہ لایا، آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا اور سر اور پاؤں کا مسح کیا۔

یہاں تک ہم نے کتب اہل سنت والجماعت کے حوالہ جات نقل کیئے جو حنفی حنبلی مالکی شافعی سب کے نزدیک معتبر ہیں۔ اور ان سب میں سر اور پاؤں کا مسح مندرجہ ذیل حضرات سے ثابت ہے۔

ابن عباسؓ، انسؓ، عکرمہؓ شعبیؒ، عبداللہ بن عمرؓ اور عامرؓ اور آئمۃ الھدی علیھم الصلوۃ والسلام میں سے مولائے متقیان امیر المومنین علی علیہ السلام، امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام۔

اور صاف ثابت ہے کہ ان حضراتؓ، اور آئمۃ الھدیٰ ع نے جو مسح پاء بیان کیا ہے وہ رسول اللہ ص کے طریقہ سے لیا ہے۔

نیز قرآن مجید میں بھی آیہ وضو میں پیروں کے مسح کا حکم ہے۔ جیسے علماء اعلام اہل سنت والجماعت کے ترجموں سے اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

اب اس مسئلے پہ کوئی عمل کرے یا نہ کرے یہ انکی مرضی۔ لا اکراہ فی الدین، ہمارا کام فقط یہ ہے کہ ہم چھپائے ہوئے حقائق کو ظاہر کر دیں۔ اور بس۔

اب آیئے اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے کتب شیعہ امامیہ اثناء عشریہ کا بھی مطالعہ کریں۔

فصل چہارم "کتب امامیہ شیعہ اثناء عشریہ"

۱.۱۹ عن زرارہ رح قال حکی لنا ابو جعفر علیه السلام وضو رسول الله ص فدعا بقدح واخذ کفا من الماء فاسدله علی وجهه من اعلی الوجه من الجانبین جمیعا ثم اعادیه الیسری فی الاناء فاسدله علی الیمنی ثم مسح جوانبها ثم اعاد الیمنی فی الاناء

فصبها علی ایسری ثم صنع بها کما صنع بالیمینی ثم مسح بما بقی فی یده راسه ورجلیه ولم یعد هافی الا ناء (صحیح) زراره (بن اعین) سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ علیہ السلام نے ہمیں رسول اللہ ص کا وضو بتایا آپ نے ایک قدح میں پانی منگایا اور اس سے ایک چلو لے کر چہرہ کے اوپر ڈالا اور دونوں طرف ہاتھ پھیرا۔ پھر بائیں ہاتھ میں پانی لے کر داہنے ہاتھ پر ڈالا اور سب طرف سے اسے ملا پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ پر ڈالا جس طرح داہنے کو دھویا اسی طرح بائیں کو دھویا۔ پھر ہاتھ کی بقیہ تری سے سر اور پاؤں کا مسح کیا اور نئے پانی سے مسح نہ کیا۔ فروع کافی شریف کتاب الطہارت باب ۱۷ "صفت وضو" ج اص ۱۹۔۲۰۔۲۱ اسی ہی قسم کی ایک حدیث کے لیے دیکھیے مستدرک الوسائل آغائی نوری طبری رح ج اول۔

باب کیفیة الوضو واحکامه ح ۳ ص ۴۳ . تفسیر الصافی ج ۲ آیة وضو تفسیر العیاشی ج ۱ س المائدة ح ۵۱ ص ۳۲۷. ۳۲۹. تفسیر البرهان ج ۱ ۴۵۲ . البحار الشریف ج ۱۸ ص ۶۵.

۲۱،۲۲. ۳۰۳ وفی التهذیب عن الباقر علیه السلام انه سئل عن المسح الرجلین فقال هو الذی نزل به جبرئیل. باقر العلوم علیہ السلام سے پاؤں کے مسح کے متعلق عرض کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل اسی حکم

کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ تفسیر الصافی ج ۲ ص ۱۷، تہذیب الاحکام۔

نیز اس قسم کی ایک اور حدیث یہ ہے "فرض الله غسل علی الوجه والذ راعین والمسح علی الراء س والقدمین". (تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۳۱ ح ۶۳ بحوالہ البرہان ج ۱ ص ۴۵۳)۔

۲۳۔۵ فروع کافی کے باب مذکورہ میں ح ۸ صحیح حدیث لکھی ہے جس میں امام علیہ السلام کا طریقہ وضو بالا لکھا ہے۔

۲۴۔۶ تفسیر المتقین ص ۱۴۱ میں بحوالہ الصافی ص ۱۳۰ عن الباقر علیہ السلام اسلام ص کا وضو اسی ہی طریقہ سے لکھا ہے (منہ دھونا ہاتھوں کو کہنیوں پر پانی ڈال انگلیوں تک دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح کرنا۔ اور مسح کے لیے دوسرا پانی نہ لینا بلکہ ہاتھ کی تری سے مسح کرنا)۔

۲۵۔۷ سالت ابا جعفر عن المسح علی الرجلین فقال هو الذی نزل به جبرئیل (یہ حدیث صحیح ہے) ترجمہ گذر چکا ہے۔

۲۶۔۸ اسی میں ہی ہے۔۔۔۔۔۔قال ابو عبدالله علیه السلام یاتی علی الرجل ستون وسبعون سنة ماقبل الله منه الصلاة قلت وکیف ذالک قال لانه یغسل ما امر الله بمسحه صادق العطرة صلوٰة الله علیه نے فرمایا کہ آدمی پر ساٹھ اور ستر برس گذرتے ہیں اور اسکی نماز

قبول نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کا کہ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا اس لیئے کہ وہ اسکو دھوتا ہے جس کے مسح کے لیئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (اسناد سے یہ بھی حدیث صحیح ہے)

۲۷۔۹ عن ابی جعفر علیہ السلام قال یجزیء مسح الراس موضع ثلاث اصابع . فرمایا باقر العلوم علیہ السلام نے کہ سر اور پاؤں کا مسح تین انگلیوں کے برابر کافی ہے۔ تہذیب الاحکام۔

۲۸۔۱۰ زرارہ (بن اعین) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے باقر العلوم صلوٰۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے میرے سردار کیا آپ مجھے یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصہ کا اور پاؤں کے بعض حصہ کا ہے؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اے زرارہؓ یہ رسول اللہ ص نے بتایا اور یہی قرآن مجید میں اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العزۃ ہے" فاغسلوا وجوھکم "تو ہمیں اس سے معلوم ہوا کہ پورے چہرے کو دھونا ہے۔ پھر فرمایا" وایدیکم الی المرافق "اور چہرے سے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کو ملایا، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا ہے۔ پھر کلام میں فصل دیا اور فرمایا" وامسحو ابرؤسکم" اور چونکہ "برؤسکم" کہا اور "ب" کی وجہ سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصہ کا کرنا ہے۔ پھر اسی روش کے ساتھ "ارجلکم الی الکعبین" کو ملا کر کہا۔ اس سے معلوم ہوا سر کی طرح دونوں پاؤں

کے ٹخنوں تک بعض حصہ کا مسح کرتا ہے۔ رسول اللہ ص نے اس کی تفسیر بھی کردی تھی لیکن لوگوں نے اس کو ضائع کردیا۔ الحدیث (من لا یحضرہ الفقیہ اردو باب تیمم ج ۱ص ۲۱۲۔۲۷)

۱۱.۲۹ وفردی ان جبرئیل ھبط علی رسول اللہ ص بغسلین ومسحین. غسل الوجہ والذراعین بکف کف ومسح الراس والرجلین مفضل الفداوۃ التی بقیت فی یدک من وضوئک (مقصد گذر چکا) فقہ الرضا ص ۸۰. تفسیر التبیان ابی جعفر الطوسی رح الجزء الاول ص ۱۲۶.۱۲۵، وسائل الشیعہ الحر العاملی ج ۱ باب ۲۳ من ابواب الوضو ا ص ۲۹۰.۹۱، تفسیر لوامع التنزیل فی سواطع التاویل اجزء السادس س المآء ص ۲۲۳.

۱۲.۳۰ عن زرارہ (بن اعین) عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ " یا ایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ .." قال لیس اَن یدع شیئا من وجھہ الا غسلہ ولیس لہ ان یدع شیئا من یدیہ الی الحرفقین الاغسلہ ثم قال: امسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین فاذا مسح شیئا من یرید الی المرفقین الاغسلہ . ثم قال: امسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین فاذا مسح بشیء من راسہ اوبشیء

من قدميه مابين كعبيه الى اطراف اصابعه فقد اجزاه ه قال فقلت اصلحك الله اين الكعبين؟ قال ههنا يعني امفصل دون عظم الساق (ترجمہ کا مقصد گذر چکا ہے) البحار شریف ج ۱۸ ص ۶۵۔ البرہان ج ۱ ص ۴۵۲۔ العیاشی ج ۱ زیر تفسیر آیہ وضو ح ۵۰ ص ۳۲۷۔

۳۱۔۱۳ غریب الغربا امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے اپنی مقدس تحریر میں لکھا، پھر وضو اس طرح کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی چہرے کو دھونا چاہیے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا چاہیے اور سر اور دونوں پاؤں کا مسح کرنا چاہیے۔ (عن فضل بن شاذان) دیکھیے عیون اخبار الرضا اردو، ج ۲ باب ۳۵ "اسلام اور شرائع دین کی حقیقت" ح ۱ ص ۲۵۷ مترجم محمد حسن جعفری۔

۳۲۔۱۴ باب الحوائج موسیٰ بن جعفر الکاظم (علیہم السلام) نے وضو میں چہرے اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح ارشاد فرمایا ہے۔ تفسیر لوامع التنزیل فی سواطع التاویل ج ۶ ص ۲۲۵۔

۳۳۔۱۵ اور اسی تفسیر کے اسی جلد کے ص ۱۹۹ پر ہے۔ در کشف الغمہ از کتاب علی بن ابراہیم در حدیث نبوی (ص) روایت کردہ انہ علمہ جبرئیل الوضوء على وجه واليدين من المرفق ومسح الراس والرجلين الى الكعبين یعنی جبرئیل (بحکم رب العالمین) تعلیم داد پیغمبر (ص) را وضو کردن

بغسل وجہ و غسل یدین از مرفق و تعلیم واز مسح سر و دو پائی تا کعبین (مقصد گذر چکا ہے)

۳۴۔۱۶ ان النبی ص قام بحیثیت یراہ اصحابہ ثم توضا فغسل وجھہ و ذراعیہ ومسح راسہ ورجلیہ. رسول اللہ ص نے صحابہ کے سامنے کھڑے ہو کر وضو کیا اپنے چہرے مبارک اور مقدس ہاتھوں کو دھویا اور سر اور پاؤں مبارک کا مسح کیا۔ (مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسی الوضو واحکام ۵ ج ۷ ص ۴۴)

۳۵۔۱۷ عن یونس قال اخبرنی من رای اباالحسن علیہ السلام بمنیٰ یمسح ظھر قدمیہ من اعلی القدم الی الکعبہ ومن الکعب الی اعلی القدم ویقول الامر فی المسح الرجلین موسع من شاء مسح مقبلا ومن شاء مسح مدبرا فانہ من الامر الموسع ان شاء اللہ تعالیٰ (صحیح) یونس نے کہا خبر دی مجھے اس شخص نے جس نے دیکھا تھا امام علی الرضا علیہ السلام کو منیٰ میں اس طرح وضو کرتے ہوئے کہ قدموں کے اوپر کے حصہ سے ٹخنہ تک اور ٹخنہ سے قدم کے اوپر کے حصہ تک اور فرمایا پیروں کے مسح میں اختیار کیا ہے جو چاہے اعلیٰ حصہ قدم سے ٹخنوں تک مسح کرے یا ٹخنہ سے اعلیٰ قدم تک (فروع کافی مترجم ادیب اعظم سید ظفر حسن قبلہ باب مسح سر و قدم ج ۳ ص ۲۵)۔

متلاشیان حق کے لئے مسئلہ وضو کے لئے تمام حقائق میں نے حوالہ قلم کر دیئے ہیں۔ اب ہر ایک کا اپنا فرض ہے کہ وہ راہ حق کو سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

باب دوم "اذان"

نماز میں وضو کے بعد دوسرا اہم مسئلہ "اذان و اقامت" ہے۔ اہل سنت والجماعت حضرات اذان اس طرح دیتے ہیں۔ چار مرتبہ "اللہ اکبر" دو مرتبہ " اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" دو مرتبہ" اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ" دو مرتبہ" حیٰ علی الصلوٰۃ "دو مرتبہ "حیٰ علی الفلاح" دو مرتبہ " اللّٰہ اکبر" ایک مرتبہ " لاالٰہ الااللّٰہ" جملے ۱۵ کلمات

مذہب شیعہ اثنا عشریہ امامیہ والے اپنی اذان اس طرح دیتے ہیں۔ چار مرتبہ "اللہ اکبر" دو مرتبہ " اشهد ان لا الٰہ الا اللہ" دو مرتبہ " اشهد ان محمدا رسول اللہ" دو مرتبہ اشهد ان امیر المومنین و امام المتقین علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل (ہاں صحیح ہے کہ کئی کہتے ہیں "اشهد ان علیا ولی اللہ" مقصد سب کا ایک ہی ولایت علی ہے)۔ دو مرتبہ" حیٰ علی الصلوٰۃ" دو مرتبہ "حیٰ علی الفلاح" دو مرتبہ " حیٰ علی خیر العمل" دو مرتبہ " اللہ اکبر" دو مرتبہ " لا الٰہ الا اللہ" جملے ۲۰ کلمات۔

اہل سنت والجماعت والے حضرات اذان صبح میں" الصلوٰۃ خیر من

السنوم'' بھی کہتے ہیں۔ اس طرح اسکے صبح کی نماز کی اذان میں ۱۷ کلمات ہوتے ہیں۔

آیئے ان مسائل کو بلا تعصب سنجیدگی اور دیانتداری سی کتب فریقین میں تلاش کریں۔

فصل اول ''تعداد کلمات اذان''

کتب اہل سنت والجماعت

۱۔۳۶ اہل سنت والجماعت کی اوپر لکھی ہوئی اذان ''۱۵ کلمات'' کتاب ''صحیح مسلم شریف کامل'' ''اردو'' مترجم علامہ آغا رفیق طبع دہلی ۱۹۳۷ء کتاب الصلاۃ باب ۱۳۹ ''اذان کی کیفیت'' ح ۳۴۳ ص ۸۷ میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کا راوی ہے حضرت ابی محذورہؓ ہے اور یہ ہی اذان سنن ابی داؤد ج اول باب ۱۷۶ ''کیفیت اذان عن ابی عبداللہ بن یزیدؓ ح ۴۹۶ میں لکھی ہے۔

۲۔۳۷ اسی ابی محذورہؓ سے ایک دوسری روایت ہے، عن ابی محذورہؓ ان رسول اللہ (ص) علمہ الاذان تسع عشرہ کلمۃ والاقامۃ سبع عشر کلمۃ ثم عدھا ابو محذورہ تسع عشر کلمۃ وسبع عشر کلمۃ) حضرت ابی محذورہؓ کہتے ہیں کہ نبی ص نے انکو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور اقامت کے سترہ کلمے۔ قال ابو عیسیٰ ترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔ امام

ترمذی کہتے ہیں کہ ابومحذورہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی شریف ح ۱۸۳ نیز دیکھیے سنن نسائی باب کم الاذان من کلمۃ ج اول طبع لاہور ص ۱۹۲۔ مشکوۃ شریف مترجم عابد الرحمٰن طبع کراچی ج ۳ ح ۲۔ ۵۹۳ ص ۱۴۷ بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، والدارمی، ابن ماجہ)

۳۸۔۳ عن ابن عمر قال کان الاذان علیٰ عھد رسول اللہ (ص) مرتین مرتین والاقامۃ مرۃ مرۃ غیر انہ کان یقول قد قامۃ الصلاۃ قدقامۃ الصلاۃ. حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں اذان کے دو دو کلمے تھے۔ اور تکبیر (اقامت) کا ایک۔ لیکن تکبیر میں "قدقامۃ الصلاۃ" دو مرتبہ کہا جاتا تھا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی) دیکھیے مشکوۃ شریف باب الاذان فصل دوم ح ۵۹۳ اور ترجمہ مترجم عابد الرحمٰن ج اول ص ۱۴۷۔ منتقی الاخبار امام ابن تیمیہ ھ ۶۲۶ ص ۲۸۶ بحوالہ احمد و ابو داؤد والنسائی، اب اس حدیث سے اذان میں ۱۴ کلمات ہوئے اور یہ علامہ علی محمد حقانی صاحب نے بحوالہ ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، دار قطعنی، بیہقی، مسند ابو عوانہ اور نصب الرایہ لکھی ہے۔ اور مزید لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے سند کے متعلق محدث ابن جوزی فرماتے ہے "وہ اسناد صحیح" یہ صحیح ہے۔ بحوالہ نصب الرایہ ج ۱۔ ۲۶۲ دیکھیے۔ نبوی نماز ج اول ص ۲۱۳۔ ۲۱۴۔

۳۹۔۴　　وعن ابی محذورہ ان رسول اللہ ص علمہ ھذا الاذن اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا للہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حیٰ علی الصلاۃ حیٰ علی الصلاۃ حیٰ علی الفلاح حیٰ علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہٰ الا اللہ (اس حدیث کے مطابق اذان کے جملے ہوئے "۱۷" اور اس کو اہل سنت میں ترجیع کہتے ہیں)۔

دیکھیے منتقی الاخبار تالیف (امام اہلسنت) عبدالسلام ابن تمیہ ص ۲۷۶۔ ۲۸۷ باب صفۃ الاذان۔

۴۰۔۵ سنن ابوداؤد ج ۵۰۰ کتاب الصلاۃ باب کیف الاذان میں اذان اس طرح لکھی ہے اللہ اکبر چار مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ ایک مرتبہ پھر اشہد ان لا الہٰ الا اللہ دو مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلاۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ لا الہٰ الا اللہ ایک مرتبہ (یہ ترجیع ہے) کل ۱۷ کلمات ہوئے (سنن ابوداؤد مترجم علامہ عبدالحکیم ص ۲۲۹ طبع لاہور)۔

توضیح فیصلہ تو قارئین کرام کو خود کرنا ہے۔ لیکن انکی سہولیت کی خاطر کچھ نقاط حوالہ قلم کیئے جاتے ہیں۔

الف: اوپر ح ۲-۳۷ میں ابی محذورہؓ کی روایت حوالہ قلم کی گئی ہے۔ جس کو امام ترمذی نے ترمذی شریف ج اول میں ح ۱۸۳ میں بیان کیا ہے اور لکھا ہے ھذا حدیث حسن صحیح اب اس صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ص نے ابومحذورہ کو اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے۔

اس کی مزید تصدیق اہلسنت میں اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عن ابی محذورہؓ ان النبی ص عجبہ صوتہ فعلمہ الاذان. رواہ ابن خذیمہ۔ امام ابن خزیمہ نے ابومحذورہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی ص کو انکی آواز پسند آئی تو آپ ص نے انہیں اذان سکھائی۔ دیکھیے بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی کتاب الصلاۃ ۱۳۸۔

اب صحیح حدیث میں "۱۹" جملے اور اہل سنت والجماعت اذان دیتے ہیں ۱۵ کلمات کی، ذرا غور کریں چار جملے کہاں گئے اور وہ کیا تھے؟ یہ ہی مقام غور وخوض ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہوگا کہ ہم کہیں کہ دو مرتبہ "شھادۃ ولایت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیھما السلام" اور دو مرتبہ "حیَ علی خیر العمل" کو پردہ میں رکھا گیا ہے۔

پھر حضرات فرماتے ہیں "نہیں یہ تو ترجیع ہے" تو ہم مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ اگر اذان ہی ترجیع والی ہے تو پھر وہ ترجیع والی کھو کیوں دی؟ دیتے

کیوں نہیں؟ یہ اس طرح ترجیعی اذان نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ترجیع والی روایت ''ضعیف'' ہے۔ اور بات وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔

''ب'' امام ابوحنیفہ ترجیع والی اذان کے لیئے کہتے ہیں کہ مشروع نہیں اور یہ اذان مستحب نہیں ہے۔ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ج ا باب ۱۳۶ اص ۳۲۹۔

''ت'' واختلف العلماء فی اثبات الترجیع۔ کہ علماء نے ترجیع کے ثابت ہونے میں اختلاف کیا ہے۔(امام نووی= شرح صحیح مسلم ج اول ص ۱۶۴) اور یہی امام اہلسنت جناب نووی اسی کتاب کے ص ۱۶۵ پر لکھتے ہیں ''وقال ابو حنیفه والکوفیون لایشرع الترجیع عملا بحدیث عبداللّٰہ بن زید فانه لیس فیه ترجیع ۔ کہ ابوحنیفہ اور کوفیوں نے کہا کہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے ترجیع شرع میں نہیں ہے۔ اور ابن زید کی حدیث میں ترجیع نہیں ہے۔

''ث'' اور امام ابن جوزی لکھتے ہیں ''ان الترجیع غیر مسنون'' کہ ترجیع (والی اذان) غیر مسنون ہے۔ دیکھیے نبوی نماز ج ا ص ۲۱۲ بحوالہ نصب الرایہ ص ۲۶۲۔

جناب علامہ علی محمد صاحب نے اپنی کتاب نبوی نماز ج اول ص ۲۱۲ تا ۲۱۵ میں ترجیع کے خلاف ایک عنوان لکھا ہے'' اذان میں ترجیع کا بیان'' یہ کتاب سندھی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اس عنوان کے تحت موصوف نے ترجیع کو غلط

ثابت کیا ہے۔ رجوع فرمائیں۔

اب جب صحیح حدیث میں اذان میں ۱۹ کلمات ہیں اور ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق اخیر میں "لا الہ الا اللہ" دو مرتبہ ہے۔ اگر یہ دو مرتبہ ہے تو ۱۹ میں ایک ملائیں تو "۲۰" کلمات بنتے ہیں۔ اب مقام غور و خوض یہ ہے کہ کیا یہ ثابت نہیں ہوا کہ دو مرتبہ شہادت ثالثہ اور دو مرتبہ حی علی خیر العمل اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کو پردہ میں چھپایا گیا ہے۔ فیصلہ ہر ایک خود کرے میں نے فقط حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔

فصل دوم "حی علیٰ خیر العمل"

۴۱۔ امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں باسناد صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کبھی کبھی اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہتے تھے۔ علی ع ابن الحسین ع سے روایت ہے کہ پہلی اذان یوں ہی تھی (یعنی اس میں حی علیٰ خیر العمل تھی) المعلم ترجمہ صحیح مسلم ص ۵۲۸ سطر ۹ طبع بمبئی۔

۴۲،۲ وفی تفسیر تنویر البیان الامامیه عن شرح التجرید للعلامه قوشجی وشرح المقاصد للعلامه تفتازانی قال عمر بن الخطاب ثلاث کن علیٰ عهد رسول اللّٰه ص انا انهی عنهن احرمهن واعاقب علیهن وهی متعة النساء ومتعة الحج و حیٰ علی خیر العمل.

امام قوشجی شرح تجرید میں اور امام تفتازانی شرح المقاصد میں لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ نے حکم صادر کیا کہ دورِ نبی ص میں تین چیزیں تھیں اور میں ان تینوں سے منع کرتا ہوں اور انکو حرام قرار دیتا ہوں اور انکے کرنے والے کو سزا دوں گا۔ وہ ہیں متعہ النساء، متعہ الحج اور حی علی خیر العمل (فلک النجات ج ۲ ص ۱۸۲)۔

۳۔۴۳ کان بلالؓ یئوذن بالصبح ویقول حیّ علیٰ خیر العمل ۔ جناب بلالؓ موذن رسول ص اذان صبح میں حیّ علی خیر العمل کہتا تھا۔ (رواہ طبرانی) کنز العمال ج ۴ ص ۲۶۶۔

۴۵،۴۴،۴۔۵ کتاب فلک النجاۃ ج ۲ ص ۱۸۲ میں بحوالہ تشیید المطاعن ج ۲ ص ۱۸۸۶ لکھا ہے "ابن ابی شیبہ سے باسناد خود علی ع ابن الحسین ع سے اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل مروی ہے" اور اسی فلک میں بحوالہ انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۵ طبع مصر لکھا ہے کہ علی ع ابن الحسین ع اور ابن عمرؓ سے اسی طرح مروی ہے۔

اور امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۴ پر لکھتے ہیں "ان حیّ علی خیر العمل کانت علی عهد رسول الله ص یؤذن بها وتطرح الا فی زمن عمرؓ وهکذا قال الحسن بن یحی روی ذالک فی جامع آل محمد و بما اخرج البیهقی فی سننه الکبری باسناد صحیح عن ابن عمر انه کان یؤذن حیّ علی خیر العمل احیانا. و روی فیها عن علی ع ابن الحسین ع انه قال هو الاذان الاول".

اب ہم نے حضرات ابن عمرؓ، عمرؓ بن خطاب، بلالؓ اور امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہما السلام سے کتب اہل سنت سے اذان میں حی علی خیر العمل ثابت کی ہے۔ حالانکہ حضرات اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابی کی خبر و احد بھی قابل اعتماد ہوتی ہے۔ جیسا کہ:

۳۶۔۶ علامہ محمد داؤد راغب رحمانی ترجمہ منتقی الاخبار ج اول ص ۱۵۵ میں عبداللہ ابن عمرؓ کی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ خبر واحد قابل قبول ہے"۔

فصل سوم "الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ"

۳۷۔۱ ماروا ہ شیخهم عبدالمراغی (جاء فی حاشیه) فی کتابه السلافه فی امر الخلافة: ان سلمانؓ ذکر فیها (الضمیر "هما" یعود علی الاذان واقامة) الشهادة بالولایة لعلی بعد الشهادة بالرسالة فی زمن النبی صلی الله علیه و آله وسلم فدخل رجل علی رسول الله ص فقال یا رسول الله ص سمعت امرالم اسمع قبل ذالک. فقال ص ما هو؟ فقال: سلمان قد یشهد فی اذان بعد شهادة بالرسالة الشهادة بالولایة علی. فقال ص سمعتم خیرا. عن رسالة الهدیة ص ۳۵. دیکھیئے الشهادة الثالثة ص ۳۲۳ (کان) عبد الله المراغی

المصری من علماً (اہل سنت) فی القرن السابع الهجری.

جناب سلمان محمدی ؓ نے اذان و اقامت میں شھادۃ رسالت کے بعد شہادت ولایت امیر المؤمنین ع پڑھی۔ رسول اللہ ص کے زمانے میں ایک شخص (کوئی صحابی) خدمت رسول ص میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول ص میں نے آج ایسی بات سنی ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا سلمان ؓ نے اذان میں شھادۃ بالرسالۃ کے بعد شھادۃ بالولایہ علی ع پڑھی ہے، تو آنحضرت ص نے فرمایا تم سب نے نیکی سنی ہے۔

نوٹ: یہ فلک النجاۃ اور شھادۃ الثالثۃ المقدسہ شیعہ کتب ہیں اور مستند ہیں۔ دونوں نے مذکورہ حوالہ جات کتب اہل سنت سے دیئے ہوئے ہیں۔ اس لیئے ہم نے من وعن حوالہ قلم کر دیئے ہیں۔ (مؤلف)

فصل چہارم "الصلاۃ خیر من النوم"

۳۸۔ اعلامہ امجد علی سنی حنفی قادری برکاتی اپنی کتاب "بہار شریعت" طبع لاہور ج اول حصہ سوم میں اذان کے ۱۵ کلمات لکھنے کے بعد مسائل اذان لکھتے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں "صبح کی اذان میں فلاح کے بعد" الصلوٰۃ خیر من النوم" جزو اذان نہیں بلکہ بعد کی پیداوار ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے جیسے کہ: کہنا مستحب ہے بالفاظ دیگر موصوف نے تسلیم کر لیا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم۔۔۔

۳.۴۹ ان المئوذن جاء الی عمر ابن خطاب یئوذنه لصلوٰۃ الصبح فوجده نائما فقال الصلوٰۃ خیر من النوم فامره عمر ان یجعلها فی نداء الصبح. مؤذن عمر ابن خطاب کے پاس حاضر ہوا کہ اسکو نماز صبح کے لئے آواز دے۔ دیکھا کہ وہ نیند میں تھے۔ بس اس نے کہا نماز نیند سے اچھی ہے۔ پھر عمرؓ نے اسکو حکم دیا کہ اسکو اذان صبح میں شامل کردے۔ دیکھئے موطا امام مالک ج ۸ ص ۱۸۸ مشکوٰۃ المصابیح ب فصل الاذان الفصل الثالث ج ۳ ص ۲۴، اشعۃ اللمعات ج ۲ باب الاذان الفصل الثالث ص ۳۷، مشکوٰۃ ج ۱ مترجم عابد الرحمٰن کاندھولی ج ۱۰۶ ص ۱۳۹۔

۳۔۵۰ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں "حضرت عمرؓ نے ہر صیغہ میں جو نئی باتیں ایجاد کیں انکو مؤرخین نے یکجا لکھا ہے اور انکو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ہم آپکے حالات کو انہیں اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں (اب ان ایجادات عمرؓ کی تعداد علامہ شبلی نے "۴۵" بیان کی ہیں۔ جن میں "۴۳" نمبر یہ ہے) فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔ دیکھیے الفاروق حصہ دوم ص ۳۳۳ تا ۳۳۶۔

۳.۵۱ عن ابن جریح قال اخبرنی عمر ابن حفص ان سعدا اول من قال الصلوٰۃ خیر من النوم فی خلافت عمر فقال بدعت لو ترکوه وان بلال لم یئوذن لعمر ان عمر قال لمئوذنه اذا بلغت حیٰ علی الفلاح فی الفجر فقل الصلوٰۃ خیر من النوم (فلک النجاۃ ج ۲

ص ۱۸۳ بحوالہ کنز العمال ج ۴ ص ۲۷۰ رواہ الدار قطنی وابن ماجہ والبیہقی) ابن جریج سے مروی ہے کہ مجھے عمرو بن حفص نے خبر دی ہے کہ سعد پہلا شخص ہے جس نے خلافت عمرؓ میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا اور کہا کہ یہ بدعت ہے بہتر تھا کہ لوگ اس کو ترک کر دیتے اور بلالؓ نے حضرت عمر کے کہنے پر اس کلمہ سے اذان نہیں دی اسکی عبدالرزاق نے روایت کی ہے اور کتاب مذکور (کنز العمال) کے گذشتہ صفحے پر ہے ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مؤذن کو کہا کہ جب تو اذان فجر میں حی علی الفلاح پر پہنچے تو الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہہ دیا کر۔

۵۔۵۲ کچھ حضرات یہ آنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ اس سے مراد "الصلوٰۃ خیر من النوم" ہے تو ہم ان حضرات کی بیان کردہ حدیث حوالہ قلم کر کے اسکے متعلق انہی حضرات کے علامہ کا تبصرہ حوالہ قلم کرینگے۔

اور وہ حدیث یہ ہے: وعن بلال قال قال رسول الله ص لا تثوبن فی شیء من الصلوٰۃ الا فی صلوٰۃ الفجر۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) حضرت بلال نے کہا مجھے رسول اللہ ص نے فرمایا کہ نماز فجر کے سوا کسی نماز میں تثویب نہ کر یعنی مکرر نماز کے وقت سے آگاہ نہ کر (کہ اذان میں کوئی خاص جملہ بڑھا دیا جائے)۔

اس حدیث کے متعلق مشکوٰۃ عربی مع اردو مترجم علامہ عابد الرحمٰن کاندھلوی ج ۱ باب الاذان ف دوم ح ۹۵۶ کے بعد یوں لکھا ہے" وقال

الترمذی ابو اسرائیل راوی لیس ھو بذاک القوی عند اھل حدیث"
یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس روایت میں راوی ابو اسرائیل محدثین کے نزدیک قوی نہیں (یعنی قابل اعتماد نہیں) اب امام ترمذی قبول نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ علامہ کا ندھلوی صاحب بھی اسکے قائل نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو ترمذی کا حوالہ دیا کیوں؟ ظاہر ہے کہ قابل اعتماد نہ رہی۔

اور امام شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۲ ص ۳۹ پر "الصلوٰۃ خیر من النوم کی تھویب فی صلاۃ الفجر کو قطعاً ضعیف ثابت کیا ہے۔

اب تک اذان کے متعلق تمام حوالہ جات حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے حوالہ قلم کر دیئے گئے ہیں۔ اب بحث کو مکمل کرنے اور تلاش حق کی خاطر مذہب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ کے کتب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فصل پنجم "کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ"

۵۳۔ ا ان رجل دخل علیٰ رسول اللہ ص وقال یا رسول اللہ ص ان اباذر یذکر فی الأذان بعد الشھادۃ بالرسالۃ الشھادۃ بولایۃ علی ویقول اشھد ان علیا ولی اللہ فقال ﷺ کذالک او نسیتم قولی فی غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ فمن ینکث فانما ینکث علی نفسہ (الشھادۃ الثالثہ المقدسہ مئولف آقائی عبدالحلیم

الغزی طبع قسم المقدمۃ الفصل الخامس النظرۃ الاولی روایات عن الشہادۃ الثالثہ المقدسۃ فی الاذان والا قامۃ ص ۳۲۳، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۵۴ اور جن کتابوں میں ان دونوں اذانوں (اذان سلمانؓ وابوذرؓ) کا ذکر ہے:

اولاً: الشیخ عبدالنبی عراقیؒ فی رسالۃ الھدایۃ التی ھی تقریر بحثنا الفقہی فی الاذان والاقامۃ ص ۳۵۔

ثانیاً: الشیخ رضا فی رسالۃ کلمات الاعلام حول الشہادۃ الثالثۃ تحت رقم ۵۵۔

ثالثاً: الشیخ احمد الرحمانی الھمدانی فی کتاب الامام علی ابن ابی طالب من حبہ عنوان الصحیفۃ ص ۳۵ ح ۱۳،۱۲۔

رابعاً: السید محمد ابراہیم الموحد فی مقدمۃ الرسالۃ سر الایمان ص ۸،۷ ذکر الروایۃ الثانیۃ عن ابی ذرؓ۔

خامساً: السید محمد علی الکاظمی البروجردی فی کتاب ''جواہر الولایۃ در خلافت وولایت تشریعی وتکوینی چہاردہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم'' ص ۳۷۹۔۳۸۰۔

سادساً: الشیخ محمد بن ملا ابراہیم امظفری فی رسالۃ ''شہادۃ الثالثۃ در اذان واقامۃ'' من ص ۳۳ الی ۳۷۔

سابعاً: آقائی عبدالرزاق المکرم فی کتاب سر الایمان ص قارئین کرام

اب آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ یہ دونوں روایتیں اذان ابوذرؓ وسلمانؓ اتنی صحیح ومعتبر ہیں کہ انکو بیان شدہ سات مراجع عظام نے بھی انکی بیان شدہ کتب میں صحیح تسلیم کر کے روایت کیا ہے۔

۳.۵۵ وذکر الشیخ الطوسیؒ فی کتابه النهایه ص ۶۹ انه جاء فی بعض الاخبار ان یقال فی الاذان والاقامة " اشهد ان علیا ولی الله و آل محمد خیر البریة" وذکر ذالک ایضاً فی کتابه المبسوط ج ا ص ۹۹ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب النهایة ص ۶۹ میں بیان کیا ھے کہ انکو بعض اخبارات (روایات معصومین ع واصحابھمؓ) میں ملا ہے کہ اذان اور اقامت میں کہا جائے "اشھد ان علیا ولی اللہ وآل محمد خیر البریہ" اور ایسا ہی ذکر انکی کتاب المبسوط ج ا ص ۹۹ میں ہے۔

۴_۵۶ آقائی عبدالحلیم الغروی نے الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ ص ۵۷ پر ان ان علماء اعلام کے اسماء گرامی مع کتب تحریر کیے ہیں جنہوں نے ولایت علی ع کا اذان میں ذکر کیا ہے۔

العلامة الحلیؒ فی المنتهی ج ا ص ۲۵۵ و کذافی تذکرة الفقهاً ج اول ص ۱۰۵ . الشهید الاول شیخنا محمد بن جمال الدین مکی العاملیؒ فی کتاب البیان ص ۷۳. آقائی خمینیؒ فی کتاب

الاداب المعنویۃللصلوٰۃ ص ۲۶۳. مجلس اولؒ و غیر الی ان ھذہ الخبار کانت فی اصولنا المعتمدۃ عند الشیعۃ والحرویۃ عن الائمۃ علیھم السلام حدیث یقول فی روضۃ المتقین ج ۲ ص ۲۳۵۔ پھر آقائی الغزی ص ۶۲، ۶۳ پر اور اسمأ گرامی تحریر فرماتے ہیں۔ شیخنا محمد باقر المجلسی الثانیؒ فی کتاب لابحار الشریف ج ۸۳ ص ۱۱۱. شیخنا حر العاملیؒ فی ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمۃ، شیخ الفاضل حسین البحرانیؒ فی الفرحۃ الانسیۃ فی شرح النفحۃ القسیۃ ص ۸۷۔۸۸۔

۵۶۔۴ ازان واقامت بیست جملہ است۔۔۔ اشھد ان علیا ولی اللہ جزؤ" ازان واقامت است ودر بعض روایات بہ آں اشارہ شدہ است"۔ مرجع عالیقدر حاج سید صادق حسین شیرازی۔

۵۷۔۵ شیخ صدوقؒ کے اعتراض کا جواب۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں جو اذان میں الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ پہ اعتراض کیا گیا ہے۔ لیکن وہ اعتراض بھی کسی معصوم علیہ السلام کی حدیث نہیں بلکہ لکھا گیا ہے "مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔۔۔۔۔" جواباً عرض:

الف: یقیناً یہ بعد کی پیداوار ہے کیونکہ سرکار صدوقؒ معصوم کے فرمان

کے خلاف قطعاً نہیں لکھ سکتا۔

ب: یہ ایک شخصی کلام ہے کوئی حدیث نہیں جو کہ بلا دلیل ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔

ت: والطعن فیہ بانہ من اخبار الموضنۃ والغلاۃ کما وقع فی من لا یحضرہ الفقیۃ مما یشھد بثبوتہ وغیر محقق۔ یعنی یہ (اعتراض) بات بغیر ثبوت کے ہے اور غیر محقق ہے۔ دیکھیے الفرحۃ الانسیۃ فی شرح القضحۃ القدسیۃ ص ۸۷۔۸۸ للشیخ حسین البحرانی عن رسالت کلمات الاعلام حول الشھادۃ الثالثۃ رقم ۹۱۔

ث: قول الصدوقؒ ...انہ قول غیر محقق۔ یہ قول غیر محقق ہے۔ دیکھیے الشھادۃ الثالثۃ المقسۃ ص ۲۳۔

۵۷۔۵: عن ابی جعفر علیہ السلام قال کان الاذان حی علی خیر العمل علی عھد رسول اللہ ص امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ ص کے وقت میں اذان حی علی خیر العمل کے ساتھ تھی۔ دیکھیے مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ کتاب الصلوٰۃ ج اول ابواب الاذان والاقامۃ باب ۱۸ بحوالہ دعائم الاسلام۔

۵۸۔۶ ہمارے آٹھویں امام علی ابن موسیٰ الرضا علیھما السلام نے اذان کے متعلق ایک جواب دیتے ہوئے فرمایا دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علی خیر العمل

دومرتبہ اللہ اکبر دومرتبہ لا الہٰ الا اللہ (سوال ۲۷ عیون اخبار الرضاؑ اردو ج ص ۲۲۷ عن فضل بن شاذان)۔

۵۹۔۷ عن علی ابن موسیٰ الرضا ع عن آبائه ع عن النبیؐ.. عن اللہ تعالیٰ قال فی فضل مولانا امیر المئومنین حجتی فی السمٰوٰت والارضین علی جمیع من فیھن من خلقی لا اقبل عمل عامل منھم الا بالاقرار بولایته مع نبوة احمد رسولی. اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کرونگا جب تک اس عمل میں گواہی رسالت کے ساتھ امیر المومنین عؑ کی ولایت کی گواہی نہ ہو۔ (امالی صدوقؒ المجلس التاسع والثمونون ح ۱۰ ص ۲۲۲۔۲۲۳ یہ مذہب اہلبیت میں اذان اقامت اور تشہد میں ولایت علی عؑ کی گواہی دینے کے لیے قطعی اور یقینی نص ہے۔

۶۰۔۸ ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔و ان لم یشھد ان لا الہ الا انا وحدی اوشھد ولم... یشھد ان محمداً عبدی ورسولی اوشھد بذالک ولم یشھد ان علی ابن ابی طالب ع خلیفتی او شھد بذالک ولم یشھد ان الائمة من ولده حججی فقد جحد نعمتی وصغر عظمتی وکذب بآیاتی وکتبی........ الحدیث القدسی (کمال الدین للشیخ الصدوقؒ ج ۱ ص ۲۵۸ . الانصاف

فی النص علی الائمة الاثنی عشر من آل محمدؐ الاشراف تالیف محدث ھاشم بحرانی ح الثلاثون ومائتان ص ۳۴۳، ۳۴۴) اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے یا یہ گواہی تو دے مگر اسکی گواہی نہ دے کہ محمدؐ میرے عبد اور رسول ہیں یا یہ تو گواہی دے مگر اسکی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب ع میرا خلیفہ ہے یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اسکی اولاد میں آئمہ ع میری حجت ہیں۔ تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور میری آیات اور کتب کا انکار کیا۔۔۔ (ھذا حدیث صحیح) یہ بھی ایک قطعی اور یقینی نص ہے۔

ایک اعتراض

مذہب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق معترضین حضرات اذان کے متعلق ایک اور اعتراض بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ بعض کتب شیعہ میں اذان کے اٹھارہ کلمات لکھے گئے ہیں۔

اس لیئے یہاں پہ گذارش کی جاتی ہے کہ دوستو اعلان غدیر سے پہلے کی بات ہے۔ اعلان غدیر کے بعد اذان میں اعلان ولایت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ کیا جانے لگا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ اعلان ''الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ'' جزو اذان واقامہ قرار دیا گیا۔

۶۱۔۹ فرمایا امام جعفر الصادق علیہ السلام نے " اذا قال احدکم لا الہٰ الا للہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المؤمنین".

کہ تم میں سے کوئی بھی جب بھی اور جہاں بھی اقرار توحید ورسالت کرے تو اسکو چاہیے کہ فوراً اقرار (ولایت) کرے علی (ع) امیر المؤمنین۔

الاحتجاج طبرسیؒ طبع نجف اشرف ج اول ۹۵۔

اس حدیث پہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کا راوی قاسم بن معاویہ مجہول ہے۔ تو جواباً عرض یہ ہے کہ یہ صحیح الاسناد حدیث ہے۔ جس پر مکمل بحث ہم نے اپنی کتاب "جاء الحق" میں کیا ہے۔ رجوع کریں۔ یہاں صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ یہ قاسم بن معاویہ نہیں بلکہ قاسم بن برید بن معاویہ العجلی۔ (الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ طبع قم المقدسہ ص ۶۸) اور یہ قاسم بن برید بن العجلی "ثقہ" تھے۔ رجال النجاشی ص ۳۱۳ رقم ۸۵۷ نقد الرجال ص ۲۷۰ القاسم رقم ۶۔ تنقیح المقال رقم ۹۵۵۵۔

وھوان یاتیاسم الراوی منسوبا الی جدہ من دون ذکر ابیہ الصلبی المباشر وقد یکون ھذ من قبل الراوی عندہ سھوا او عمدا فذالک جائز فی العرف العربی. ومثل ھذ کثیر فی اسما الرجال الحدیث والرواۃ. الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ ص ۶۸.

باب سوم "اوقات نماز"

فصل اول کتب اہل سنت والجماعت

۱.۶۲ عن عائشہؓ انہا قالت ان کان رسول اللہ ص لیصلی الصبح فینصرف النسآء متلفعات بمروطھن ما یعرفن من الغلس۔ رسول اللہ ص نماز صبح ادا کر لیتے تو مستورات اپنی چادریں لپیٹ کر واپس آتیں اور اندھیرے کے سبب پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

موطا امام مالک کتاب وقوت الصلاۃ ج ۲ ص ۱۲۔

۲.۶۳ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ص یصلی العصر والشمس مرتفعۃ حیۃ فیذھب الذاھب الی العوالی فیاتیھم والشمس مرتفعۃ بعض العوالی من المدینۃ علی اربعۃ امیال اونحوہ (صحیح بخاری طبع قاہرہ ج اول کتاب الصلوٰۃ باب وقت العصر ص ۶۷) اس حدیث کا ترجمہ کتاب "نماز نبوی دار السلام" ص ۹۹ پر اس طرح کیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں "رسول اللہ ص نماز عصر پڑھتے تھے اور آفتاب بلند ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص نماز عصر کے بعد مدینہ شہر سے عوالی جاتا تو جب ان

کے پاس پہنچتا تو سورج ابھی بلند ہوتا۔ بعض عوالی مدینہ سے چار کوس کے واقع پر واقع ہے۔

نوٹ: چار کوس = آٹھ میل یا بارہ کلو میٹر۔ یہ پیدل چلنے والا پہنچے پھر بھی سورج بلند ہو۔

۳.۶۴ وقت ظہر عند الزوال وقال جابرؓ کان النبی ص یصلی بالهاجرة (حوالہ بعد میں)

۴_۶۵ اخبرنی انس بن مالک ان رسول اللہ ص خرج حین زاغت الشمس وصلی الظهر (دونوں کے لیے دیکھیں صحیح بخاری طبع قاہرہ مصر ج اوقت ظہر عند الزوال کتاب الصلوۃ ص ۳۶) ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی ص دوپہر کو نماز پڑھتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ص سورج ڈھلتے ہی تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی۔ بخاری شریف اردو مترجم مرزا حیرت ج اپ ۳ ص ۱۳۳۔

۵.۶۶ سمعت رافع بن خدیج یقول کنا نصلی المغرب مع النبی (ص) فینصرف احدنا وانه لیبصر مواقع نبله صحیح بخاری طبع مصر ج ۱ کتاب الصلاۃ ص ۶۸ باب وقت المغرب اورعطأ نے کہا کہ مریض مغرب وعشا کی نماز جمع کر کے پڑھلے رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم نبی

ص کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے کہ ہم میں ہر ایک ایسے وقت لوٹتا تھا کہ اپنے تیر کے گرنے کے مقام کو دیکھ لیتا۔

۶۔۶۷ عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ص نے فرمایا "وقت الظهر اذا زالت الشمس و كان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت صلاة المغرب مالم يغب الشمس ووقت صلوة العشاء الى انصف الليل الأوسط ووقت صلوٰة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس (مسلم شرح نوری كتاب المساجد باب اوقات الصلوة الخمس ح ۱۲۴۶) نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک جب تک آدمی کا سایا اسکے قد کے برابر نہ ہو جائے (اور یہ عصر کا وقت ہو گیا) اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے۔ نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے (شفق غائب ہوتے ہی عشا کا وقت ہو گیا) وقت عشا ٹھیک آدھی رات تک رہتا ہے۔ نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو۔ نیز دیکھیے: بلوغ المرام باب مواقیت الصلوۃ ح ۱۳۹ ص ۵۹۔

۷۔۶۸ اول وقت الظہر ھو الزوال قولہ تعالیٰ اقم الصلوۃ لدلوک الشمس اسکی تفسیر ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ یہ زوال کا وقت ہے (عمدۃ الرعایۃ بر شرح وقایۃ

ج اص ۱۲۱۔۱۲۳۔)

۶۹۔۸　　اول وقت العصر حین یخرج وقت الظہر وآخر وقتہا حین تغرب الشمس۔ عصر کا اول وقت ہے جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور آخر وقت سورج کے غروب ہونے تک ہے۔ فتاویٰ عبدالحی ج ۳ ص ۴۳۔

نوٹ: یہ دونوں نمازیں تاخیر سے بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ وہ احادیث اہل سنت والجماعت کی کتب صحیح بخاری، مسلم، بیہقی، مستدرک حاکم، مشکوٰۃ وغیرہ میں موجود ہیں۔

۷۰۔۹　　امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۲ میں آیہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔۔۔الآیہ کے تفسیر میں لکھتے ہیں "توهم ان الظهر و العصر وقتا واحد وللمغرب والعشا وقتا واحدا"، یہ آیہ اس پہ اشارہ کرتی ہے کہ ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت ہے اور مغرب وعشا کا ایک ہی وقت ہے۔

نوٹ: اس مسئلہ کی مزید معلومات میں حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب کے مزید حوالہ جات اس کتاب کے باب "جمع بین الصلاتین" میں مطالعہ کریں۔ شکریہ۔

فصل دوم کتب امامیہ شیعہ اثناعشریہ۔

۷۱۔۱　　سالت لابی عبداللہ علیہ السلام متی اصل

الظهر؟ فقال صل الزوال ثمانية ثم صل الظهر ثم صل سبحتك طالت او قصرت ثم صل العصر (حدیث صحیح) میں نے صادق العترۃ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز ظہر کس وقت پڑھوں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا بعد زوال آٹھ رکعت نافلہ پڑھ کے ظہر کی نماز پڑھ پھر تسبیح الاہی کم یا زیادہ کر۔ پھر نماز عصر پڑھ فروع کافی شریف ج ا باب ۲ ح ۳۔

۲۔۷۲ (عن ابی عبداللہ علیہ السلام) قال سمعتہ یقول وقت المغرب اذا غربت الشمس فغاب قرصها (حدیث صحیح) فرمایا صادق آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ نے کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے بعد ہے جب اس کا کرہ چھپ جائے۔ ایضا باب ۵ وقت مغرب وعشاح ۷۔

۳۔۷۳ سئلت ابا عبداللہ علیه السلام متی تحب العتمة فقال اذا غاب الشفق الحمرة فقال عبداللہ اصلحک اللہ انه یبقی بعد ذهاب الحمرة ضوء شدید معترض فقال ابو عبداللہ انما حمزة ولیس الضوء من الشفق. (حدیث صحیح) میں نے صادق العترۃ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز عشا کا وقت کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب شفق غائب ہو اور شفق سرخی ہے۔ سائل عبداللہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے وہ تو باقی رہتی ہے۔ سرخی ختم ہونے کے بعد بصورت تیز روشنی کے امام علیہ السلام

نے فرمایا شفق تو سرخی کو کہتے ہیں شفق ضو بس کتاب ایضاً باب ایضاً۔

۴۔۷۴ فرمایا ابو عبداللہ علیہ السلام نے نماز فجر کا وقت وہ ہے کہ صبح ظاہر ہو اور سفیدی سحری آسمان پر پھیل جائے۔ عمداً نماز میں تاخیر نہ کرنی چاہیے لیکن اس صورت میں کسی کام میں مشغول ہو یا بھول جائے یا سو جائے۔ ایضاً باب ۶ وقت الفجر ۵ (حدیث حسن)

اوقات نماز کے لیے مزید درجہ ذیل کتب امامیہ ملاحظہ فرمائیں:

من لا یحضرہ الفقیہ، استبصار، تہذیب الاحکام، شرح لمعہ دمشقیہ، مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ، وسائل الشیعہ، بحار شریف ۷۳، ۸۴ شرائع الاسلام، حقائق الفقہ وغیرہ۔

باب چہارم ”جمع بین الصلاتین“

فریقین میں یہ اختلاف بھی شدت سے کیا جاتا ہے۔ مقررین و واعظین و مصنفین حضرات پتہ نہیں ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا فتوائیں دیتے ہیں۔ آیئے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور وفکر کریں اور محققانہ تحقیق کریں۔

کتب اہل سنت والجماعت

فصل اول ”جمع بین الصلاتین فی السفر“

۷۵۔۱ عن انس بن مالکؓ قال کان النبی یجمع بین صلاۃ المغرب والعشاء فی السفر۔ صحیح بخاری ج اول ابواب التقصیر باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ص ۱۸۳ طبع مصر رسول اللہ (ص) سفر میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۷۶۔۲ کان ابن عمر اذا فاتتہ الصلاۃ مع الامام جمع بینھما ابن عمرؓ (کی عادت تھی کہ) جب انہیں امام کے ساتھ نماز نہ ملتی (تب) وہ دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری ج اول کتاب الحج باب الجمع بین الصلاتین بعرفۃ ص ۱۸۳۔ ترجمہ اردو مترجم حیرت دہلوی باب عرفہ میں دو نمازوں کا

ایک ساتھ پڑھنا (ثابت ہے)۔

۷۷۔۳ (عن) معاذ بن جبل قال خرجنا مع رسول اللہ ص عام غزوہ تبوک فکان یجمع الصلوٰۃ فصلی الظھر والعصر جمیعا والمغرب والعشا جمیعا حتیٰ اذا کان یوما اخر الصلوٰۃ ثم خرج فصلی ظھر والعصر جمیعا ثم دخل ثم خرج بعد ذالک فصلی المغرب والعشا جمیعا۔۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم)

مع شرح اکامل الملنووی طبع کراچی ج ۲ ص ۲۳۶۔ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ہم حضور ص کے ساتھ روانہ ہوئے راستہ میں حضور ص دو نمازیں ملا کر پڑھتے تھے۔ یعنی ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشا کو ملا کر پڑھ لیتے تھے۔ ایک روز حضور ص نے نماز میں تاخیر کی پھر باہر آ کر ظہر اور عصر ملا کر پڑھی پھر اندر چلے گئے۔ اور پھر باہر آ کر مغرب عشا کی نمازیں ملا کر پڑھیں۔ مزید دیکھیئے: صحیح مسلم شریف کامل اردو مترجم آغا رفیق طبع برقی پریس دہلی ج ۲ کتاب الفضائل ح ۲۱۷۷ باب ۸۰۷ ص ۸۲۳۔

۷۸۔۴ عن معاذ ان النبی ص جمع فی غزوہ تبوک بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشا۔ ورواہ قرۃ بن خالد وسفیان الثوری ومالک وغیرہ۔ واحد عن ابی زبیر المکی و بھذا الحدیث یقول الشافعی

واحمد واسحاق یقول لان لاباس ان یجمع بین الصلاتین فی السفر فی وقت احدھما (ترجمہ حدیث گذر چکا ہے)(اہل سنت کے آئمۃ) امام قرۃ بن خالد امام سفیان الثوری امام مالک اور کئی دوسرے حضرات نے ابوزبیر مکی کی یہ روایت عن معاذ نقل کی ہے۔ امام شافعی امام احمد اور امام اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ کہ سفر میں دو نمازیں ایک ہی وقت میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں (جامع ترمذی ج ابواب السفر ۳۸۸ ح ۵۳۸ ص ۳۲۶)۔

۶،۵،۷۹،۸۰ موطا امام مالک کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر باب جمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر میں عن ابی ہریرۃؓ تبوک میں جمع بین الصلاتین لکھا ہے۔ اور ح ۲ میں عن معاذ گذری ہوئی حدیث نمبر ۷۸۔۴ نقل کی گئی ہے۔

۷۔۸۱ عن معاذ روایت ایضاً سنن نسائی ج ۱ باب المسافرین الظہر والعصر ح ۲ ص ۱۷۹ میں نقل کی ہے۔

۸۔۸۲ عبداللہ بن دینار سے روایت ہے۔۔۔ حتیٰ غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انہ نزل فصلی صلاتین جمیعا ثم قال رأیت رسول اللہ ص اذا جدبہ السیر صلی صلواتی ھذہ یقول جمع بین ھما بعد لیل . قال ابو دائود رواہ عاصم بن محمد عن اخیہ عن سالم رواہ ابن ابی نجیع... ان الجمع بینھما من ابن عمر کان بعد غیوب

الشفق یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی اور تارے خوب جگمگا اٹھے تو آپ (ابن عمرؓ) اترے اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔ اور کہا میں نے رسول اللہ ص کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی تو ان دونوں نمازوں کو اسی طرح کچھ رات گذرنے پر جمع فرما لیتے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ روایت کیا اسے عاصم بن محمد نے ۔۔۔۔ کہ ابن عمر نے ان دونوں نمازوں کو شفق غائب ہونے پر جمع فرمایا (سنن ابوداؤد باب ۴۲۳ الجمع بین الصلاتین ح ۱۲۰۴ ص ۳۵۱)۔

نوٹ: "جمع بین الصلاتین فی السفر" کے مزید اثبات کے لیئے درجہ ذیل کتب اہل سنت ملاحظہ فرمائیں: امام ابن تمیمہ= منتقی الاخبار ابواب جمع الصلاۃ، امام ناصر البانی =فقه الحدیث کتاب الصلاۃ، دارقطنی ۱.۳۹۲، امام بیہقی ۳.۱۶۳، ارواء الغیل ۳.۲۸، ۵۷۸، شرح معانی الاثار، علامہ مسعود احمد بانی جماعت المسلمین = صلوٰۃ المسلمین (صلاۃ المسافر)، علامہ شفیق الرحمٰن اہل حدیث = نماز نبوی باب سفر میں دو نمازیں جمع کرنا. امام العسقلانی الشہیر بابن حجر = بلوغ المرام باب صلاۃ المسافر و المریض.

اب حضرات اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کی کتب سے جمع بین الصلاتین فی السفر ثابت ہوگئی۔ اب ذرا آگے۔

فصل دوم "جمع بین الصلاتین فی الحضر"

٨٣۔١ عن ابن عباسؓ ان النبیؐ صلی بالمدینۃ سبعاً وثمانیاً الظہر والعصر والمغرب والعشا ۔ تحقیق رسول اللہ ص نے مدینہ میں سات (٣) رکعات مغرب اور چار (رکعت عشا کی) اور آٹھ (٤ رکعت ظہر اور ٤ رکعت عصر کی) کو (جمع کرکے) پڑھا۔ دیکھیے صحیح بخاری طبع مصر ج ا باب تاخیر الظہر الی العصر ص ٦٦ ۔ منتقی الاخبار ٦١٥ ۔

٨٤۔٢ عن ابن عباسؓ صلی النبی ص سبعاً جمیعا وثمانیۃ جمیعا. رسول اللہ ص نے سات رکعت (مغرب وعشا) اور آٹھ رکعت (ظہر اور عصر) جمع کرکے پڑھیں بخاری شریف باب وقت المغرب ج اول ص ٦٨ ۔ اردو پ ٣ کتاب الصلاۃ ج ا ح ٥٢٧ / ٤٣٨ ۔

٨٥۔٣ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول اللہ ص الظہر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر قال ابو الزبیر فسالت سعیداً لم فعل ذالک فقال سالت ابن عباس کاسئلتنی فقال اراد ان لا یحرج احدا من امتہ رسول اللہ ص نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا۔ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ ص نے یہ (جمع بین الصلاتین) کیوں کیا؟ تو سعید نے کہا کہ میں نے یہی سوال ابن

عباس سے کیا تھا جو تو نے مجھ سے کیا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ حضور ص نے یہ اس لیے کیا تھا کہ اس کی امت میں کسی کے لیے تکلیف نہ ہو۔ دیکھیے صحیح مسلم ومع شرحہ اکمال للنووی اول کتاب الصلاۃ ص ٢٣٦ مسلم ترجمہ آغا رفیق طبع دہلی باب ٢٣٦ ح ٦٧٣ ص ١٦٩۔

٨٦۔٤ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول اللہ ص الظہر والعصر جمیعا فی غیر خوف ولا سفر۔ رسول اللہ ص نے ظہر اور عصر کو (مدینہ میں) ملا کر پڑھا سواء کسی خوف اور سفر کے۔ کتاب ایضاً ص ٢٣٦۔

٨٧۔٥ ابن عباسؓ کہتے ہیں حضور ص نے امن وا قامت دونوں حالتوں میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کی نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا ہے۔ (یعنی امن وسکون کی حالت میں بھی اور قیام کی حالت میں بھی دونوں وقتوں کی نمازوں کو جمع کر کے بھی پڑھا ہے خوف اور سفر کی حالت میں نہیں)۔ اس مکمل اردو عبارت کے لیے دیکھیں صحیح مسلم ترجمہ اردو مترجم علامہ آغا رفیق طبع برقی پریس دہلی سنہ ١٩٣٧ء ح ٦٧٢ ص ١٦٩۔

٨٨۔٦ جمع رسول اللہ ص بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشاٗ بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر۔ رسول اللہ ص نے مدینہ میں سواء کسی خوف اور برسات کے ظہر وعصر اور مغرب وعشاٗ کو جمع کر کے پڑھا۔ شرح مسلم امام نووی ج

۱ برحاشیہ ص ۲۳۶ امام ابن تمیمہ منتقی الاخبار ص ۲۱۶ میں لکھا ہے ابن عباس نے کہا کہ یہ اس لیئے کیا کہ امت کے لیئے آسانی ہو جائے۔

۸۹۔۷ اوپر گذری ہوئی حدیث نمبر ۸۵۔۳ علامہ (مولوی) محمد صادق سیالکوٹی صاحب کتاب "الصلوٰۃ الرسول" نعمانی کتب خانہ لاہور ص ۲۰۱ میں اپنی بات کے اثبات و دلائل میں بطور اثبات پیش کیا ہے۔ اہل حدیث کے اتنے بڑے محقق کا اس حدیث کو بطور ثبوت پیش کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر بھی اگر کوئی رسول اللہ ص کے طریقہ پر عمل کرے تو بسم اللہ اگر نہ کرے تو ماشاء اللہ۔

یہ تو ہر ایک کی اپنی مرضی ہے۔ کسی کو دلیز سیدہ عالم عہ پسند کسی کو دربار شام پسند۔ لا اکراہ فی الدین۔

۹۰۔۸ امام ترمذی ترمذی شریف میں ج اول باب ۱۳۶ ماجاء بین الصلاتین ح ۱۸۷ ص ابن عباس ؓ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس باب میں ابوہریرہ سے بھی روایت مذکورہ ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث ابن عباس ؓ آپ سے کئی طریق کے ساتھ مروی ہے۔ جابر بن زید، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن شفیق عقیلی نے اسے روایت کیا ہے۔ نیز اثبات بین الصلاتین کے لیئے نسائی شریف

ج اول کتاب الصلوۃ ابو داؤد ج اول کتاب الصلاۃ (من کتب صحاح ستہ) اور موطا امام مالک کا مطالعہ کریں۔

۹۱۔۹ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ زیر تفسیر آیہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس ۔۔ میں لکھا ہے "تو هم ان للظهر و العصر وقتاً واحدا وللمغرب و العشا وقتاً واحدا" یہ آیہ اس بات پہ اشارہ کرتی ہے کہ ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت ہے اور مغرب اور عشا کا بھی ایک ہی وقت ہے۔

اتنے بڑے عالم علامہ اور جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک امام فرماتے ہیں کہ "ان الظهر و العصر وقتاً واحدا وللمغرب و العشا وقتاً واحداً" تو جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر کا فیصلہ تو ہو گیا نہ؟ لیکن آیئے مزید اطمینان کے لیئے آگے بڑھتے ہیں۔

۹۲۔۱۰ اور یہ ہیں امام اہل سنت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو کہ دیوبندی، اہل حدیث، جماعت المسلمین، اہل قرآن اور بریلوی حضرات کے نزدیک واجب الاحترام جانے جاتے ہیں۔

فكانت اوقات الصلوة فى الاصل ثلاثة الفجر والعشى (الظهر كما فى الصراح) وغسق الليل وهو قوله تعالىٰ اقم الصلوٰة لدلوك الشمس... الآية وانما قال الى غسق الليل لان صلوة

العشی متقدمۃ الیہ حکما لعدم وجود الفصل و الذالک جاز عند الضرورۃ الجمع بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشا فہذا اصل.

اصل اوقات نماز تین ہیں فجر اور ظہر اور سیاہی رات کا وقت اور وہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے فرمان اقم الصلوۃ لدلوک الشمس ۔۔الآیۃ۔ کا ہے اور الی غسق اللیل صرف اس واسطے فرمایا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت رات کی سیاہی تک ہوتا ہے۔ اس لیے انکے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ اور اسی واسطے ضرورت کے وقت ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشا کے درمیان جمع کرنا جائز ہے پس یہ ہی اصل قانون ہے۔ دیکھیے حجۃ اللہ البالغہ عربی اردو ج ۱ القسم الثانی اوقات نماز ص ۲۲۷۔۲۲۸۔ حجۃ اللہ البالغہ (عربی) ص ۱۹۳۔

مزید دیکھیں: بخاری مع فتح الباری طبع دہلی ج ۱۔ تسہیل الباری شرح صحیح بخاری پ ۳۔ اعلام الموقعین لابن قیم طبع مصر ص ۲۳ مثال ۲۷۔ اور عینی شرح صحیح بخاری طبع مصر ج ۳ ص ۵۳۸ پر تو جماعت آئمۃ القائلین جواز جمع بین الصلاتین فی الحضر میں ابن سیرین وربیعہ واشہب وابن المنذر وقفال کبیر وجماعت اہل حدیث کو شمار کیا ہے۔ اور اسی شرح عینی ج ۳ ص ۵۶۷ میں مزید قائلین یہ لکھتے ہیں: امام شافعی امام احمد امام اسحٰق وجماعت صحابہ وعلی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید واسامہ بن زید ومعاذ بن جبل وابی موسیٰ وابن عمر وابن عباس وجماعت تابعین

ومجتہدین۔

قارئین کرام اب تک ہم نے "جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر" اہل سنت والجماعت کی صحاح ستہ اور دیگر مستند اور معتبر کتب سے ثابت کردی ہے۔ اب تقاضائے انصاف یہی چاہتا ہے کہ اب تحقیق کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لیئے دلہیز سیدہ عالم صلوٰۃ اللہ علیہا پہ باادب واحترام جبین عقیدت خم کی جائے اور احادیث آل رسول ص کا مطالعہ کیا جائے۔ تو لیجئے بسم اللہ۔

فصل سوم

کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

۹۳۔۱ عن ابی عبد الله علیه السلام، قال رسول الله ص صلی بالناس ظهر والعصر حین زالت الشمس فی جماعت من غیر علت وصلی بهم المغرب والعشاء الاخر قبل سقوط الشفق من غیر علت فی جماعت وانما فعل رسول الله ص یسع الوقت فی امته. صادق العترة صلوة الله علیه نے اپنے آباء الطاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم کے توسط سے فرمایا رسول اللہ ص جماعت کے ساتھ ظہر وعصر کی ایک ساتھ نمازیں پڑھیں شفق درو ہونے سے پہلے بغیر کسی سبب کے اور حضور ص نے اس لیئے کیا کہ ائی امت کے لیئے وقت میں وسعت ہو جائے۔ فروع کافی شریف ج اول کتاب الصلاۃ

باب جمع بین الصلا تین۔

۹۴۔۲ عبداللہ بن سنان نے صادق الحر ۃ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ص نے حالت حضر (مدینہ) میں نماز ظہر اور عصر کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ اور مغرب وعشا کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک اذان دو اقامتوں کے ساتھ سواء کسی عذر وسبب کے پڑھا۔ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ج ا کتاب الصلاۃ باب ۸ جمع بین الصلا تین۔

۹۵۔۳ عن امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہ قال الجمع بین الصلاتین یزید فی الرزق مولائے متقیان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جمع بین الصلاتین کرنے سے رزق میں اضافہ ھوتا ھے. مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج اول کتاب الصلاۃ ابواب المواقیت باب الجواز بین الصلاتین بغیر عذر ح ۱ ص ۱۹۲ بحوالہ الخصال .

۹۶،۹۷۔۵،۴ اسی مستدرک کے اسی حوالے میں جمع بین الصلا تین عن جعفر بن محمد بحوالہ دائم الاسلام اور ۲۔ بروز غدیر نبی ص وعلی ع کی ظہرین کی نمازیں جمع کر کے پڑھنا بحوالہ اقبال ابن طاؤسؒ لکھا ہے۔

۹۸،۹۹۔۷،۶ عن صفوان الجمال قال صلی بنا ابو عبد اللہ

علیہ السلام الظھر و العصر عنما زالت الشمس باذان و اقامتین. امام علیہ السلام نے زوال کے (فوراً) بعد ہمیں ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھائیں۔(حوالہ بعد میں) امام علیہ السلام نے (دو نمازیں) نماز مغرب و عشا بعد غروب آفتاب بوقت مغرب اکٹھی کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ص نے بھی اسی طرح پڑھی تھی۔(شرح لمعہ الدمشقیہ آقائی خوانساری ص ۲۷۲)۔

۱۰۰۔۸ ایک طویل روایت "عیون" میں موجود ہے جس میں مولا امام علی الرضا علیہ السلام کی پڑھی ہوئی نماز لکھی ہے جس میں امام علیہ السلام کی جمع بین الصلاتین کا ذکر موجود ہے۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام (اردو) ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۲، مزید معلومات اور اطمینان کے لیے درجہ ذیل شیعہ کتب ملاحظہ فرمائیں: تہذیب الاحکام، استبصار، وسائل شیعہ، حقائق الفقہ وغیرہ

فصل چہارم "ایک اذان دو اقامتیں دو نمازیں"

کتب اہل سنت والجماعت

کافی اثبات تو "جمع بین الصلاتین فی السفر والحضر" سے ملتے ہیں۔ مزید چند اور بھی۔

۱۰۱۔۱ عن جابر بن عبداللہؓ قال دفع رسول اللہ (ص)

حتیٰ انتھی الی المزدلفة فصلی بھا المغرب والعشاء باذان واقامتین ولم یصل بینھما شیئا.

رسول اللہ (ص) (عرفات سے) واپس تشریف لائے جب آپ (ص) مزدلفہ پہنچے تو وہاں آپ (ص) نے نماز مغرب وعشأ ایک اذان اور دو اقامتوں سے ملا کر پڑھی۔ اور درمیان میں کوئی دوسری نماز ادا نہیں کی۔ دیکھیے سنن نسائی باب الاذان لمن جمع بین ح ا ص ۲۰۰۔

۱۰۲،۱۰۳ ۔۳ ظہر اور عصر کو جمع کرنا ہو تو ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں ملا کر پڑھ لی جائیں (بحوالہ صحیح مسلم باب سترۃ المصلی عن ابی جحیفہ وروی البخاری نحوہ فی ابواب السترۃ) یا عصر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لی جائیں اسی طرح مغرب و عشأ کو جمع کیا جاسکتا ہے (بحوالہ ابوداؤد والترمذی عن معاذ وسندہ حسن۔ مرعاۃ ج ۳ ص ۲۶۷) ان حوالوں کے ساتھ دونوں حدیثوں کے لیئے دیکھیے صلوٰۃ المسلمین مؤلف امیر جماعت المسلمین مسعود احمد ص ۲۸۷۔۲۸۶۔

۱۰۴ ۔۴ اسی قسم کی ایک اور حدیث عن معاذ کے لیئے دیکھیے امام ابن تمیمہ = منتقی الاخبار ابواب جمع الصلاۃ ح ۱۵۳۱۔ نیز دیکھیے علامہ راغب رحمانی کی کتاب حدیث الاظہار ج اول ناشر دار الدعوۃ السلفیہ باب دو نمازیں جمع کرنے کا بیان۔ اور امام ابن حجر عسقلانی۔ بلوغ المرام ح ۳۴۸ ص ۱۵۷۔

۱۰۵۔۵ امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابن باز بھی اسی کے قائل ہیں۔ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ص ۵۷۹۔

۱۰۶۔۶ رسول اللہ (ص) سے بغیر کسی بیماری، بارش، سفر اور خوف کے بھی نمازیں جمع کرنا ثابت ہے۔ دیکھیے امام ناصر الدین البانی۔ فقہ الحدیث ج ۱ کتاب الصلاۃ ص ۵۸۰ بحوالہ مسلم ۷۰۵ احمد ۱، ۲۲۳۔ ابوداؤد ۱۲۱۴۔ ترمذی ۱۸۷۔ نسائی ۱، ۲۹۰۔ شرح معانی الآثار ۱۶۰، بیہقی ۳۔ ۱۶۶۔

۱۰۷۔۷ امام ابن تیمیہ (کہتے ہیں) مطلقاً نمازیں جمع کرنا درست ہے جبکہ رفع حرج مقصود ہو۔ فقہ الحدیث ج اول ص ۵۸۰ بحوالہ مجموع الفتاوی ۲۴۔ ۹۔

۱۰۸۔۸ ثم اذن بلال ثم اقام فصل الظهر ثم اقام فصل العصر ولم يصل بينهما شيئا۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر اقامت کہی اور (حضور (ص) نے) نماز ظہر ادا فرمائی پھر اقامت کہی پھر (آپ ص نے) عصر کی نماز پڑھائی۔ اور درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھی۔ سنن نسائی باب الاذان لمن جمع بين الصلاتين في وقت الاول ص ۱۹۹۔

۱۱۰، ۹، ۱۰۹، ۱۰، ۹ حضرت جابر ابن عمر سے بھی نبی ص کی مزدلفہ میں ایک اذان دو اقامتوں سے مغرب اور عشا کی نمازیں جمع کر کے پڑھنا لکھا ہے۔ دیکھیے تعطیر الشام طبع لاہور سنہ ۱۹۳۰ ص ۳۲۔

ان اثبات کے بعد ایک مرتبہ پھر دہلیز سیدہ عالم سلام اللہ علیہا پر جبیں عقیدۃ خم کرتے ہیں اور اطمینان حاصل کرنے کی خاطر احادیث آئمۃ الھدیٰ علیہم الصلوۃ والسلام کی تلاوت کرتے ہیں۔

کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

اسی باب کے فصل سوم میں آٹھ احادیث پہلے گذر چکی ہیں رجوع کریں

مزید اثبات:

۱۱۱۔ا زرارہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔ رسول اللہ ص نے مقام عرفات میں نماز ظہر و عصر ملا کر ایک اذان دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نمازیں جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی ہیں۔ من لا یحضرہ الفقیہ ح ۸۸۵۔

۱۱۲۔۲ رسول اللہ ص نے مغرب و عشا کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج ا ص ۱۹۲ بحوالہ عوالی اللئالی۔

۳،۴ ۔ ۱۱۳، ۱۱۴ مستدرک ایضاً میں ابواب الاذان والاقامۃ باب ۲۸ استحباب الجمع بین الظہری عرفۃ و ظہری الجمعہ وعشائی المزدلفہ وھی الجمع صلیت بھا المغرب و اللعشا

باذان واحد واقامتین وجواز ذالک فی کل فریضتین (یہ تمام فریضہ نمازوں میں ایک اذان دو اقامتوں کا جواز ہے) اس باب میں دو حدیثیں ہیں ایک بحوالہ فقہ الرضا ؑ اور ایک بحوالہ دعائم الاسلام عن امیر المومنین علیہ السلام ان دونوں حدیثوں میں ایک اذان اور دو اقامتوں کا ذکر ہے۔

اب فیصلہ کرنا قارئین کا کام ہے۔ ہمارا فریضہ فقط اور فقط یہ ہے کہ چھپے ہوئے حقائق کو ظاہر کر دیں۔

باب پنجم ''ارسال یدین'' (ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا)

فصل اول ''نماز تبدیل ہوگئی''

قارئین کرام نماز دین کا ستون ہے۔ احادیث رسول (ص) میں تارک الصلاۃ کفر کے فعل کا مرتکب ہے۔ عمداً نماز ترک کرنا کفر ہے۔ اہل سنت حضرات کے نزدیک نماز سب سے پہلے نمبر پر ہے ملت جعفریہ میں فروع دین میں پہلی نماز ہے۔

مقام افسوس یہ ہے کہ ہم مسلمان نماز پہ بھی متفق نہیں ہیں۔ ہر ایک کا اپنا طریقہ ہے۔ کسی نے اپنے ہاتھ سینہ پہ باندھے۔ کسی نے ناف پر کسی نے زیر ناف کسی نے کسی ہاتھ باندھ کر قراۃ کی پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھے پھر اللہ اکبر کی اور کسی نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی۔

کسی نے رفع الیدین صرف تکبیرۃ الاحرام کے وقت کی، کسی نے رکوع سے اٹھنے تک، کسی نے رکوع اور سجود میں جانے اور اٹھنے تک رفع یدین کی، کسی نے رفع دین کو منسوخ کہا۔ کسی نے قنوت کیا کسی نے نہیں کیا۔ کسی نے نوافل میں کیا کسی نے فرائض میں کیا کسی نے تمام نمازوں میں کیا۔ کسی نے جمع بین الصلاتین کی تو کسی نے اسے غلط کہا۔ حتیٰ کہ جمع بین الصلاتین کو بدعت کہہ دیا۔

اللہ اکبر!!! ۔ کسی نے سلام ادھر ادھر کاندھے کو موڑ کر کیا۔ کسی نے آنکھ سے اشارہ کر کے کیا۔ کسی نے سلام سے نماز ختم کردی، کسی نے سلام کے بعد تکبیر سے نماز ختم کی۔ کسی نے بسم اللہ کو ہر سورۃ کا جز جانا اور کسی نے نماز میں قرأۃ بسم اللہ ہی چھوڑ دی۔

ایک متلاشیٔ حق تو یہ کہے گا کہ مسلمانوں رسول اللہ (ص) نے ۲۳ برس تک نماز پڑھی۔ اہلبیت عظام علیہم الصلوۃ والسلام نے گھر کے اندر اور باہر، سفر میں اور حضر میں ہر جگہ دیکھا کہ آپ (ص) نماز اس طریقہ سے ادا فرما رہے ہیں۔ ازواج رسول رضوان اللہ علیھن نے گھر میں دیکھا صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ آپ (ص) اس طرح پڑھ رہے ہیں۔ طریقہ نماز آنکھوں سے دیکھا قرأۃ کو کانوں سے سنا۔ دل نے تسلیم کیا کہ یہ بانئ شریعت (ص) ہے یہی رسول اللہ اعظم (ص) ہے۔ طریقہ وہی صحیح جو آپ (ص) نے بجالایا ہے۔ آنکھوں نے دیکھا کانوں نے سنا اور دل نے تسلیم کیا اور ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ ۲۳ برس تک۔ اب حضور (ص) نے نماز تو ایک طریقہ سے پڑھی ہوگی نہ؟ کبھی ایسے کبھی ویسے تو نہیں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ نماز کی حالت بدل گئی۔ آخر کیوں بدلی اور کس نے بدلی؟ یہی مقام غور و فکر ہے۔

تو آیئے اس مسئلہ پر غیر متعصبانہ اور محققانہ طریق سے تحقیق کرتے ہیں۔

۱۱۵۔عن انسؓ قال ما اعرف شیأ مما کان علیٰ عھد النبی (ص) قیل الصلوٰۃ؟ قال الیس ضیعتم ما ضیعتم فیھا۔ صحیح بخاری طبع مصر کتاب مواقیت الصلاۃ باب تضییع الصلاۃ عن وقتھا ص ۶۵۔ اس حدیث کا ترجمہ جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۴۳۹ پہ یوں کرتے ہیں: (ایک دن) حضرت انسؓ نے لوگوں سے فرمایا جو چیزیں رسول اللہ (ص) کے زمانے میں تھیں ان میں سے مجھے اب کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے پوچھا "کیا صلوٰۃ بھی اسی طریقہ پر نہیں ہے؟" حضرت انسؓ نے فرمایا "صلوٰۃ میں بھی تو تم لوگوں نے کیا کیا تغیر وتبدل کر دیا۔

۱۱۶۔۲ اسی صحیح بخاری کے باب مذکورہ میں دوسری حدیث یہ ہے: عن عثمان بن ابی رواد اخی عبد العزیز قال سمعت الزھری یقول دخلت علی انس ابن مالک بدمشق وھو یبکی فقلت لہ ما یبکیک؟ فقال لا اعرف شیئاً مما ادرکت الا ھذا الصلوٰۃ قد ضیعۃ. اور جناب مسعود احمد کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۴۴۰ پہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: حضرت عثمان بن ابی رواہ کہتے ہیں میں نے امام زہری سے سنا وہ فرماتے تھے "میں ایک دن، دمشق میں حضرت انسؓ سے ملنے گیا میں نے دیکھا کہ "وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا" جو باتیں میں نے

رسول اللہ ص کے زمانے میں دیکھی تھیں ان میں سے اب کوئی بات مجھے نظر نہیں آتی سواء صلوٰۃ کے اور حقیقت یہ ہے کہ صلوٰۃ بھی ضائع کردی گئی۔ (مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں: یعنی وہ بھی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی)۔ اور یہ احادیث علامہ موصوف نے زیر عنوان "سنتوں کا ترک" اپنی اثبات میں بیان کی ہیں۔ یعنی موصوف نے انکو صحیح مانا ہے۔ تب تو اثبات میں پیش کی ہیں۔

۳.۱۱۶ ایک اور حدیث صلوٰۃ المسلمین ص ۴۴۱ پر بحوالہ "صحیح بخاری کتاب الاذان باب فصل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ لکھی ھے جو یہ ھے۔ "حضرت ام درداء کھتی ھیں": دخل علی ابودرداء وھو مغضب فقلت ما اغضبک؟ فقال واللہ ما اعرف من امۃ محمد ص شیئا الاانھم یصلون جمیعا"۔ (ایک دن) ابودرداءؓ غصہ کی حالت میں میرے پاس آئے میں نے کہا کس چیز نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ ابودرداءؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں محمد ص کی امت میں کوئی بات (اصلی حالت پر) نہیں پاتا سوائے اس کے کہ یہ لوگ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔

۳.۱۱۷ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ص قام خطیبا۔ فکان فیھا قال الا لا یمنعن رجلا ھیبۃ الناس ان یقول بحق اذا علمہ قال فبکیٰ ابو سعید وقال قد واللہ رأینا اشیا فھبنا۔

(رفع الحاجۃ عن سنن ابن ماجہ طبع لاہور ج ۳ باب امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا بیان ص ۲۹۱) اور اسی حدیث کا ترجمہ اور شرح اسی رفع الحاجۃ میں یوں کیا گیا ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو خطبہ میں فرمایا آگاہ ہو کسی آدمی کو حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ ہونی چاہیے جب وہ حق کو جانتا ہو۔ یہ حدیث بیان کر ابو سعیدؓ روئے اور کہنے لگے قسم خدا کی ہم نے تو کئی چیزیں (شرع کے خلاف) دیکھیں لیکن ہم کو ہیبت آ گئی۔ (بر حاشہ) اور ان سے منع نہ کر سکے۔ جب جان یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت یہ حکم بطور فضیلت کے ہے نہ وجوب کے کیونکہ اجماع ہے کہ ایسی حالت میں امر بالمعروف کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے بلکہ کلمہ کفر بھی زبان سے نکالنا جائز ہے۔

۱۱۸۔۵ جناب انسؓ بن مالک بن نضر نے باختلاف روایت سن ۹۰ ہجری میں یک سو تین برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (رقم ۱) حوالہ بعد میں آتا ہے۔

۱۱۹۔۵ جناب ابو درداءؓ بن عامر انصاری خزرجی۔۔۔ دمشق میں سنہ ۳۲ ھ میں انتقال فرمایا۔ رقم ۲۲۳ حوالہ بعد میں۔

۱۲۰۔۷ جناب ابو سعید الخدریؓ ۸۴ برس کی عمر میں سنہ ۷۴ ھ میں فوت ہوئے۔ رقم ۳۵۰۔ تینوں حوالوں کے لیے دیکھیے اکمال فی اسماء الرجال شیخ ولی الدین یعنی جناب انسؓ کی عمر ہجرت مدینہ کے وقت "۳۰" برس تھی اور ابو سعید خدریؓ

"۱۰" برس کے تھے۔ اور وفات رسول اللہ (ص) کے وقت انس کی عمر پچاس سال دو ماہ تھی اور ابو سعید" بیس سال کے اور جناب ابو درداء بہت عاقل عالم صالح اور صاحب حکمت بزرگ تھے۔ الاکمال فی اسماء الرجال رقم ۳۳۳، یعنی تینوں صحابہ عاقل بھی تھے بالغ بھی تھے۔ اور عالم بھی بھی، نہ جانے انکی کتنی عظمت تھی۔ اتنی عظمت والوں نے حضور (ص) کا ہر عمر دور سے اور قریب سے اچھے طریقے سے دیکھ لیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز تبدیل ہوگئی۔ ابوداؤد کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ اور انس اور ابو درداء کی روایات تو صحیح بخاری میں ہیں۔ آئیے ذرا صحیح بخاری کا معیار دیکھیں۔

علامہ محمد اکرم حجہ صاحب "اختلافی مسائل ص ۱۵" پر تحریر فرماتے ہیں

"محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جو کچھ متصل اور مرفوع ہے قطعی طور پر صحیح ہے۔ انکے مصنفین تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے جو کوئی ان پر انگشت نمائی کریگا وہ مبتدع غیل سبیل المومنین۔

(بحوالہ حجۃ البالغۃ ج ۱ ص ۱۳۴) یعنی وہ بدعتی ہے اور مومنین کی راہ کو چھوڑنے والا ہے بحکم حدیث بدعتی گمراہ اور جہنمی ہے۔

اور اسی طرح علامہ گوندلوی نے "التحقیق الراسخ" میں لکھا ہے۔ اور جناب محدث کندیلوی صاحب کتاب "خاتمہ اختلاف ص ۹۴" پر تحریر فرماتے ہیں۔ اتفق علماء الشرق والمغرب علی انہ لیس بعد کتاب اللہ اصح من صحیح بخاری والمسلم۔ بحوالہ عمدۃ

القاری ج ا ص ۸۔ مشرق و مغرب کے تمام علما (اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

تو اسی صحیح بخاری شریف میں حضرت انسؓ اور ابودرداءؓ کی روایات موجود ہیں۔ جن کو صحیح مان کر جناب مسعود احمد صاحب نے اپنے عنوان تحت بطور دلیل پیش کیا ہے۔

ہائے افسوس صد افسوس امت رسولؐ نے دین سے کیا برتاؤ کیا!!!

قارئین محترم یہ تو دور صحابہؓ کی بات تھی ائمۃ اربعہ تو بعد میں آئے جو اس طرح ہے۔

ا۔ امام ابوحنیفہؒ: آپ کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابوحنیفہ ہے آپ کی پیدائش سن ۸۰ھ میں کوفہ شہر میں ہوئی۔۔۔۔۔ سن وفات ۱۵۰ھ دیکھیے فقہ الحدیث امام البانی ج اول ص ۸۱ تا ۸۳۔ الامام الصادق عد والمذاہب اربعہ ص ۲۹۰، علامہ محمد اسحاق صاحب۔ اتباع محمد ص ۴۵۔

۲۔ امام مالکؒ: آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ سنہ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ سن ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ (فقہ الحدیث ص ۸۳،۸۴، اتباع محمد ص ۴۵،۴۶ الامام الصادق عد والمذاہب اربعہ امام مالک کی وفات سن ۱۷۱ھ لکھی ہے۔)

۳۔ امام شافعیؒ: آپ کا نام محمد بن ادریس شافعی اور کنیت ابوعبداللہ

ہے آپ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ فقہ الحدیث ص ۸۴، ۸۵، اجماع محمد ص ۴۶، ۴۷، کتاب الامام الصادق عہ میں شافعیؒ کی وفات سن ۱۹۸ھ ہے۔

۴۔ امام حنبلؒ: آپ کا نام احمد بن محمد حنبل اور کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کی پیدائش سنہ ۱۶۴ھ میں اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ فقہ الحدیث ص ۸۵۔۸۶ اجماع محمد ص ص ۴۶، ۴۷۔ امام الصادق والمذاہب اربعہ ص ۲۹۰۔

حکم تو حزب اقتدار کا چلتا ہے نہ کہ حزب اختلاف کا۔ آل محمد علیہم السلام تو حکومت میں نہیں تھے۔ مولائے متقیان امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی زندگانی کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا دین باقی رکھنا تھا۔ قائم الحجہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو پردہ غیبت میں رکھا تاکہ "لیظھرہ علی الدین کلہ" کی تفسیر مکمل ہو جائے۔ باقی گیارہ تو سارے شہید کر دیے گئے۔ انہوں نے تو دین میں تبدیلی نہیں کی۔ وہ تو دین بچاتے رہے۔ نوک نیزہ پر، قید شام میں امویوں عباسیوں کے مظالم میں ہر جگہ دین اسلام بچایا۔

آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ جو پہلے نے فرمایا وہی سب نے قبول کیا اور فرمایا حلال محمد (ص) حلال الی یوم القیامۃ و حرامہ حرام الی یوم القیامۃ (کافی شرف) سوچنے کا مقام ہے۔ غور و فکر کرنے

کا مقام ہے۔ موت یقیناً آئے گی۔ مرنے سے پہلے سوچا جائے۔ حکم کن کا چلتا تھا۔ صاحبان اقتدار کون تھے۔ مظلوم کون تھے۔ نماز کو کس نے تبدیل کر دیا۔ پورے دین میں اپنی رائے اپنا قیاس اپنی اپنی فتوی کس کس نے ٹھونس دی اسی پر ہی غور کرنا ہوگا۔ پھر دین کی مظلومی سمجھ میں آئے گی۔

فصل دوم

"نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایات اوران کا ضعف"

اس فصل میں ہم حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایات واحادیث پیش کرکے اور انہی حضرات کے آئمۃ اور علماً کے فتوؤں کے مطابق ان کا ضعف پیش کرتے ہیں۔ تو لیجئے

۳۱۔ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب ۳۶۹ ح ۷۵۱۔ ۳ص ۱۰۵۔ بعض نے اسکو بیہقی ج ۲ ص ۳۱ سے بھی نقل کیا ہے) (مولائے متقیان) علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اسی امام بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

جرح: (الف) علامہ ڈاکٹر شفیق الرحمن اپنی کتاب نماز نبوی صحیح احادیث

کی روشنی میں (دار السلام) ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔ رہی حضرت علی کی روایت "سنت ہے۔۔۔۔۔" تو اسے امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ب: اس حدیث کے متعلق شارح صحیح مسلم امام نووی اپنی شرح مسلم ج اول ص ۱۷۳ پر یوں لکھتے ہیں، واما حدیث علیؓ انه قال من فی الصلوٰة وضع الکف علی الکف تحت السرة ضعیف متفق علی تضعیفه رواہ دارقطنی والبیهقی من روایة ابی شیبة عبدالرحمان بن اسحاق الواسطی وهو ضعیف بالاتفاق۔

یعنی امام نووی کہتے ہیں کہ (امیر المومنین) علی (ابن ابی طالب علیهما السلام) کی (طرف منسوب) یہ ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر سب متفق ہیں۔ اور اسکو دارقطنی بیہقی نے ابی شیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کی روایت سے لکھا ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

"ت" تقریب التہذیب ص ۲۲۵ پر ہے عبدالرحمٰن ابن اسحٰق بن حارث واسطی ابوشیبہ ویقال کوفی قال الاحمد ضعیف من السابعہ۔

"ج" امام عینی شرح ج ۳ ص ۱۵ میں لکھتے ہیں "قلت هذا قول علی ابن ابی طالب واسناده الی النبی ص غلط" اسکے اسناد غلط ہیں۔ پھر لکھتے ہیں ولکن الذی روی عن علی فیه مقال لان فی سنده عبدالرحمٰن بن

اسحق الکوفی قال الاحمد لیس بشیء امام احمد کہتے ہیں وہ لاشیء (کچھ بھی نہیں) ہے۔

"ح" علامہ محمد داؤد راغب رحمانی مترجم منتقی الاخبار للامام ابن تیمیۃ اسی ترجمہ میں اس حدیث کی شرح میں ص ۳۶۹ پہ لکھتے ہیں "اس حدیث کی اسناد کا مدار عبدالرحمن ابن اسحق کوفی پر ہے جو منکر وضعیف راوی ہے۔۔۔۔علاوہ ازیں ابو جریر ضبی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا دائیں ہاتھ سے بائیں پہونچے کو ناف کے اوپر پکڑے ہوئے تھے۔ اس کی سند میں ابو طالوت عبدالسلام بن ابن حازم ہیں۔ امام داؤد نے فرمایا ان کی حدیثیں لکھی جاتی تھیں۔ یعنی بنائی جاتی تھیں ۔اور علی علیہ السلام کی طرف منسوب یہ دوسری حدیث بھی غلط ہوئی۔

ابوداؤد کی ابو ہریرہ والی حدیث میں ہے ناف کے نیچے ہاتھوں پہ رکھنا (جو کہ اس کتاب میں ح ۱۲۵۔۵ میں لکھی ہے رضا عفی عنہ) اس کی سند میں وہی عبدالرحمن بن اسحق ہے جو ضعیف ہے۔

"خ" فقہ الحدیث للمحدث علامہ ناصر الدین البانی ترتیب عمران ایوب لاہوری ج اول ص ۳۰۶ پر مولائے متقیان امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ کی طرف اس منسوب غلط حدیث کو ان حوالہ جات سے ضعیف لکھا ہے۔

امام احمد (۱۱۰۰۱) امام بیہقی (۳۱۰۲) امام نووی: الخلاصہ ۳۵۹۰۱ نیل الاوطار (۲۰۷ ۱۰) شرح مسلم المفروی (۱۰۵۰۳)۔

اب اس کمزور ترین حدیث کو ماننا ہے یا نہیں یہ قارئین کرام کا کام ہے، ہمارا نہیں، ہم نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور بس۔

۱۳۲۔۲ عن قبیصہ بن هلب عن ابیہ قال کان رسول اللہ (ص) یومنا فیاخذ شمالہ بیمینہ. رسول اللہ (ص) ہماری امامت فرماتے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ جامع ترمذی باب ۱۸۵ ح ۲۳۹ ص ۱۹۰۔

جرح: (الف): اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ سینہ پر، ناف پر یا زیر ناف، اول تو یہ طے کرنا چاہیئے کہ یہ کس جگہ کے لیئے ہے؟ نہ سینہ ثابت نہ ناف نہ زیر ناف، تو یہ کس کے کھاتہ میں لکھی جائے؟

"ب" اسم هلب یزید بن قنانۃ الطائی (ترمذی شریف) اسی هلب سے سند احمد میں ایک اور روایت بھی ہے جس میں سینہ پہ ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

(ت) علامہ علی محمد حقانی صاحب کتاب "نبوی نماز ج ۱ ص ۲۳۱۔۲۳۲ پہ لکھتے ہیں" اس کی روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے اور بہت محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اسکی روایت قابل دلیل نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اس روایت کی سند میں حضرت سفیان ثوری

ہے۔ اگر یہ روایت قابل استدلال اور عمل ہوتی تو وہ خود بھی اس پہ عمل کرتا۔ وہ تو زیر ناف باندھنے کا قائل ہے۔

"ث" جناب حقانی صاحب کا حوالہ آپ نے پڑھا دیکھیئے کیسے حق ظاہر ہوگیا۔ وہی راوی کہتا ہے سینہ پر اور وہی کہتا ہے زیر ناف۔ اسی ہی کو دربار شام کی بناوٹ کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ حدیث بھی قابل اعتماد نہیں۔

۱۲۳۔۳ قال سمعت ابن زبیر یقول صف القدمین ووضع الید علی الید من السنۃ. ابن زبیر کو کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔ (سنن ابن داؤد باب ۲۶۹ ح ۷۴۹)۔

جرح: یہ قول ابن زبیر بھی قابل اعتماد نہیں۔ کیوں؟

اسلیئے کہ اس کا راوی نصر بن علی جہم ہے (ابوداؤد میں اسناد اس طرح ہیں: نصر بن علی عن ابو احمد عن العلاء بن صالح عن زرعۃ بن عبدالرحمن قال سمعت ابن زبیر ۔۔۔) ابومحمد مجہول ہے اور ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا اور زرعہ سے لوگ حدیثیں نہیں لیتے تھے۔ اور اسکی حدیثیں باطل ہوتی تھیں۔ (میزان الاعتدال)۔

"ب" یہ حدیث نبوی ص نہیں ہے۔ بلکہ ابن زبیر کی اپنی راء ہے وہ بھی ابن زبیر کی راء نہیں کہہ سکتے کیونکہ بروایت صحیح "کان ابن زبیر اذا صلی یرسل یدیہ" ابن زبیر نماز پڑھتے تو ہاتھوں کو کھول دیتے تھے۔ ابن زبیر کے ارسال یدین

کے لیئے دیکھیے کتاب "ارسال یدین" مصنف سید اظہر علی طبع لاہور ص ۴۲ بحوالہ دراسات للبیب طبع لاہور ۱۸۶۸ء ص ۳۳۰۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ ابن زبیر کی طرف غلط بات منسوب کی گئی ہے اور جواہر مضیئہ ج ۲ ص ۴۲۷ طبع حیدرآباد دکن میں ہے جب راوی کا عمل اسکی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ کہ روایت۔

۱۴۴۔۳ حدثنا محمد بن بکار بن ریان عن ھشیم بن بشیر عن الحجاج ابن ابی زینب عن ابی عثمان النھدی عن ابن مسعود انه کان یصلی فوضع یدہ الیسری علی الیمنی فرآہ النبی (ص) فوضع یدہ الیمنی علی الیسری۔ ابن مسعود نماز پڑھ رہے تھے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے۔ سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب ۲۶۹۔ ح ۷۵۰۔

جرح الف: یہ کس جگہ ہاتھ باندھے جائیں؟ سینہ پہ، ناف پہ یا زیرِ ناف، یہ کس کے کھاتہ میں جائے؟

(ب): اسناد میں اس کا راوی محمد بن بکار مجہول ہے۔ سفیان ثوری نے کہا ان سے حدیثیں نہ لی جائیں یہ لوگوں کی طرف غلط نسبت دیکر حدیثیں بیان کرتے تھے۔ ایک راوی حجاج ہے حجاج کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن مدینی اور امام نسائی اور دار قطنی نے غیر معتبر کہا ہے۔ (المیزان)

۱۲۵_۵　عبدالواحد بن زیاد نے عبدالرحمن بن اسحاق سے، اس نے سیار ابوالحکم سے اسنے ابی وائل سے اس نے کہا کہ ابوہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہیے۔ (کہتے ہیں کہ یہ سنن ابوداؤد میں ہے)۔

جرح: الف یہ سنن ابوداؤد عربی اردو مترجم علامہ عبدالحکیم خان طبع لاہور میرے سامنے موجود ہے اسکے ج اول باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ میں عن ابی ہریرہ ہے ہی نہیں۔

"ب" یہ روایت علامہ محمد داؤد راغب رحمانی نے حدیقۃ الاظہار ترجمہ منتقی الاخبار للامام ابن تمیمہ ج اول ص ۳۶۹ بر حاشیہ لکھی ہے۔ جس کے متعلق انہوں نے لکھا ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحٰق ہے جو ضعیف ہے۔

"ت" ابوہریرہ کا یہ قول میزان الاعتدال میں بھی ہے۔ اور صاحب میزان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

عبدالرحمن کے متعلق مکمل جرح گذر چکی ہے۔

"ث" یہ حدیث نبوی (ص) نہیں اور ابوہریرہ کا اپنا قول ہے جو قابل حجۃ نہیں۔

اب جو روایت ضعیف بھی ہے، کچھ بھی نہیں اور حجۃ بھی نہیں اس پے دین کے ستون نماز کی بنیاد کیسے رکھی جائیگی؟

۱۲۶۔ صحیح بخاری طبع مصر باب وضع الیمنی علی الیسری ج اص ۸۷ میں ہے: (عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابی حازم عن سہیل بن سعد) لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نمازی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔

جرح: "الف" یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ یہ حدیث نبوی (ص) نہیں اور قول سہل ہے۔ جو حجت نہیں۔

"ب" یہ اس لیے بھی قابل حجت نہیں کہ اس کے راوی امام مالک خود اس کے خلاف عمل کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(امام مالک کہتے ہیں کہ نماز میں) اپنے ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے یہی زیادہ مشہور ہے۔ دیکھیے فقہ الحدیث تحقیق محدث علامہ ناصر الدین البانی ج اول باب ۲۲۳ ص ۳۰۵۔ اسی کتاب کے اسی صفحے کی سطر پہلی میں ہے۔ مالکؒ ہاتھ چھوڑنے کے قائل ہیں۔

۲ امام مالکؒ سے ارسال (ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے) کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔ امام مالکؒ کے مقلدین انہی کی تقلید میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ دیکھیے بلوغ المرام الامام ابن حجر عسقلانی مترجم اردو ترجمہ ابوانس محمد سرور گوہر۔ شرح علامہ احمد حسن دہلوی زیر شرح۔

"ت" علامہ محدث عبدالقادر قریشی حنفی لکھتے ہیں جب راوی کا عمل اپنی

روایت کے خلاف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ روایت (جواہر مضیہ ج ۲ ص ۳۲۷ چھاپہ حیدر آباد دکن)۔

"ث" اس باب میں دی گئی حدیث نمبر ۱۳۲۔۲ کے تحت حنفی حضرات کے علامہ علی محمد صاحب کا حوالہ پڑھیں وہ صاحب بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ جب راوی کا عمل اسکی روایت کے خلاف ہو تو عمل کو معتبر سمجھا جائیگا نہ کہ روایت کو۔

تو اب یہ روایت تو کسی کام کی نہ رہی کیونکہ امام مالک راوی ہے اور اس کا عمل روایت کے خلاف ہے۔

"ج" حدیث نبوی ص نہیں بلکہ کسی دوسرے کا حکم ہے جو لوگوں کو دیا جاتا تھا اور سہل نے بیان کیا ہے اور دین جبر سے نہیں چلتا "لا اکراہ فی الدین" اب یہ قول بھی حجۃ نہیں۔

"ح" ہاں اب معترضین حضرات یہ کہینگے کہ اس روایت کے بعد ہے کہ (ابو حازم کہتے ہیں) جہاں تک ہم جانتے ہیں اسی میں رسول اللہ ص کی طرف ارشاد کیا گیا ہے۔

تو ہم گذارش کریں گے کہ ابو حاتم کی حدیث وتخمین کہ سہل نے غالبًا حضور ص کی طرف نسبت دی ہے۔ یہ حدیث حجۃ نہیں ہے کیونکہ حدیث کو حسی ہونا چاہیئے نہ کہ حدثی۔

۱۲۷۔ عن وائل بن حجر قال صليت "مع النبی ص فوضع يده اليمنىٰ على اليسرى على صدره (بحوالہ ابن خزیمہ ا ۲۳۳۔۷۰۴) وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ص کے ساتھ نماز پڑھی آپ ص نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پہ رکھا۔

جناب علی محمد صاحب نے کتاب نبوی نماز ج اول ۲۲۰۔۲۲۱ پر اس حدیث کا جواب دیا ہے جو ہم حوالہ قلم کرتے ہیں:

یہ حدیث تین طریقوں سے نقل کی گئی ہے:

ا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر کی اس روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ ہیں۔ لیکن ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین ج ۳ ص ۹ پہ فرمایا ہے انه لم يقل علىٰ صدره غير مؤمل بن اسماعيل . یعنی اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں مؤمن بن اسماعیل کے سواء کسی نے بھی "علی صدرہ" کے الفاظ نقل نہیں کیئے۔ اس کے متعلق امام بخاریؒ فرماتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ یعنی اس (مؤمل) کی بیان کی ہوئی احادیث منکر ہیں۔

امام ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ وہ (مؤمل) آخر میں بہت غلطیاں (غلط بیانی) کرتے تھے۔ اور اسی روایت میں ایک راوی سفیان ثوری ہے۔ جس کا مسلک زیر ناف باندھنے کا ہے۔ تو پھر اگر یہ وائل کی روایت قابل اعتماد ہوتی تو سفیان ثوری بھی

اس پہ عمل کرتے۔

وائل بن حجر کی روایت کو بزاز نے بھی نقل کیا ہے۔ اسمیں علیٰ صدرہ کے بجاء عند صدرہ کے الفاظ ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اسمیں ایک راوی محمد بن حجر بھی ہے۔ "لـہ مـنـاکـیـر" یعنی وہ بہت منکر روایات کا راوی ہے۔ بہر حال یہ روایت تین طریقوں سے نقل کی گئی ہے۔

ایک میں زیر ناف کا ذکر ہے۔ دوسری میں مئومل بن اسماعیل اور تیسری میں محمد بن حجر جیسے راوی ہیں۔ پھر اس سے کیسے دلیل لیا جائے گا۔ اب یہ حدیث بھی نا قابل اعتماد ثابت ہوئی۔

قارئین کرام جناب علامہ علی محمد صاحب نہ صرف اپنے مکتبہ فکر کے عالم ہیں بلکہ انکے استاد العلماً بھی ہیں۔ اب ہم اس صاحب کے اسی کتاب نبوی نماز ج اول ص ۲۳۱،۲۳۲ سے سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی تین روایتیں حوالہ قلم کرتے ہیں اور انہیں کی تحریر سے تینوں کو نا قابل اعتماد ثابت کرتے ہیں۔ تو لیجیے:

۱۲۸۔۸ علامہ موصوف لکھتے ہیں: عن هلب قال رایت النبی ص یضع یده علیٰ صدره. (بحوالہ مسند احمد) ہلب کہتے ہیں میں نے نبی ص کو دیکھا کہ آپ نے سینہ پہ ہاتھ رکھے۔

۱۔ اس روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے اور اس کو بہت

سارے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اسکی روایت قابل دلیل نہیں ہوتی۔

۲۔ اس روایت کی سند میں سفیان ثوری ہے اگر یہ روایت قابل اعتماد ہوتی تو وہ خود اس پہ عمل کرتا۔

یعنی علامہ صاحب کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قابل اعتماد نہیں۔

۱۲۹۔۹ موصوف لکھتے ہیں: عن طاؤس قال کان النبی یضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسری ثم یشد بینھما علیٰ صدرہ وھو فی الصلوٰۃ (بحوالہ مراسیل ابوداؤد) حضرت طاؤس نے کہا کہ نماز میں رسول اللہ ص نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پہ رکھا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں، ۱۔ علامہ نیمویؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۔ یہ روایت مرسل ہے۔ بحوالہ معارف السنن ص ۳۳۵ تا ۳۴۵، ۱۳۰۔۱۰ موصوف لکھتے ہیں: عن ابن عباسؓ قال ضع یدک الیمنیٰ علی الشمال عند النحر (بغیر حوالہ) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ سینہ پہ رکھا کرو۔

علامہ موصوف یوں جرح کرتے ہیں: اسکی سند میں یحیٰ ہے جس کے متعلق موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں "اشھد انہ کاذب" میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کاذب ہے۔ "وخط ابوداؤد علی حدیثہ" اور ابوداؤد نے اسکی نقل کی ہوئی حدیث کو

حذف کر دیا ہے۔

اور اس روایت میں ''عمرو'' راوی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ابن عدیؒ نے کہا ہے ''منکر الحدیث'' (بحوالہ جوہر النقی ج ۲ ص ۳۰) یعنی اس کی بیان کی ہوئی روایات منکر ہیں۔

اور اسی روایت کی سند میں ''روح'' ہے۔ اسکے متعلق ابن حبان فرماتے ہیں ''یروی الموضوعات ولاتحل الروایۃ عنہ. یعنی وہ بناوٹی احادیث نقل کرتا ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں ''لیس بالقوی'' یعنی وہ قوی نہیں۔

حوالہ نبوی نماز ختم ہوا۔

یہ طاؤس کی روایت کو علامہ راغب رحمانی نے حدیقۃ الاظہار ترجمہ مشکٰوۃ الاخبار ج اول ص ۳۶۹ کے حاشیہ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

آیئے اب دیکھیں کہ ''مرسل'' کس کو کہتے ہیں؟

کتاب فقہ الحدیث کے ''اصطلاحات'' کے نمبر ۵۴ میں ہے ''مرسل ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی ''صحابی'' کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ص سے روایت کرے۔ اور کتاب جامع ترمذی شریف مترجم علامہ غلام محمد صدیق ناشر فرید بک اسٹال لاہور ج ا ص ۱۴ پر ہے: مرسل۔ جس حدیث کی سند کے راوی کو ساقط کیا جائے۔ مثلاً تابعی حضور ص سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

اب ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ تابعی یعنی جس شخص نے حضورؐ کو دیکھا بھی نہیں وہ کہہ دے کہ حضورؐ نے یوں کیا یوں فرمایا۔ کچھ عقل سے کام لیا جائے کچھ ہوش سنبھالا جائے۔ جس نے دیکھا تک نہیں وہ کہتا ہے "حضورؐ نے یوں کیا یوں فرمایا" اور ہم کہہ دیں سبحان اللہ ثابت ہو گیا!!! بس اور بس فیصلہ خود کریں۔

یہ تھیں وہ روایات جو نماز میں ہاتھ باندھنے کے لیئے پیش کی جاتی ہیں۔ جو ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت کے کتب سے پیش کیں اور ان پر جرح (تبصرہ) بھی انہی حضرات کے آئمہ اور علما کے حوالوں سے پیش کیئے۔ اب ہم اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے دو نا قابل تردید حوالوں کو حوالہ قلم کرتے ہیں۔ جن پر فیصلہ ہو جائیگا۔

"فیصلہ ناطق"

عدلیہ کے جج صاحبان جب بھی کوئی فتویٰ صادر فرماتے ہیں تو وہ حضرات پورے کیس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر کہیں نص (نا قابل انکار ثبوت) مل جائے تو باقی کو چھوڑ کر نص کے تحت اپنی فتویٰ دیتے ہیں۔ نص کی اتنی اہمیت ہے کہ باقی کتنی بھی باتیں ہوں وہ نص کے سامنے کچھ نہیں ہوتیں۔ آخر نص، نص ہے۔ آیئے اس نص پر دو حوالوں کا مطالعہ کریں۔

۱۳۰۔۱۰ یہ پہلا حوالہ ہم کتاب "شیعہ کا مقدمہ" مولفہ حسین الامینی ناشر

المصطفیٰ پبلشر راولپنڈی ص ۱۹۷-۱۸۶ سے نقل کر رہے ہیں:۔ ہاتھ باندھ کر پڑھنے والی احادیث کے متعلق سعودی عرب کے ایک عالم اہلسنت کی تحریر:۔

اہل سنت اسکالر شیخ محمد الیاس فیصل اپنی کتاب (نماز پیغمبری) میں لکھتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے جائیں یا سینہ پر؟ اس پر قطعی اور یقینی نص موجود نہیں۔ البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہیں جن پر علماءٔ سند نے کلام کیا ہے۔ تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہیں۔ نماز پیغمبر ص ۱۳۰۔

اب جناب حسین الامینی لکھتے ہیں مندرجہ بالا الفاظ سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ نماز میں زیر ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں برادران اہل سنت کے پاس کوئی قطعی اور یقینی بات موجود نہیں اور دونوں طرف والی روایات کمزور ہیں۔ باقی رہا شیخ محمد الیاس فیصل کا یہ کہنا کہ زیر ناف والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں تو یہی جماعت اہل حدیث کہتے ہیں کہ زیر ناف والی احادیث کمزور ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث نسبتاً زیادہ ثابت ہیں۔

جناب حسین الامینی حاشیہ ص ۱۹۷ پر لکھتے ہیں: واضح رہے کہ کتاب "نماز پیغمبری" مؤلفہ علامہ محمد الیاس فیصل پر مولانا محمد اسعد مدنی جانشین شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر سید شیر علی پی ایچ ڈی مدینہ یونیورسٹی سابق مدرس مسجد

نبوی ص شریف، مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور، مولانا محمد عبداللہ خطیب مرکزی مسجد اسلام آباد اور دیگر علماء کے تائیدی کلمات بھی درج ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳ تا ۲۳ کتاب مذکور۔

۱۱۔۱۳۰ اور یہ ہیں دیوبندی حضرات کے استاذ العلماء محترم علی محمد صاحب لکھتے ہیں "ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر۔ انکے لیے کوئی بھی قطعی یا یقینی نص موجود نہیں ہے۔ البتہ فریقین سے ایسی روایات موجود ہیں جن پر علماء نے کلام کیا ہے۔ لیکن زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایات قدرے (کچھ) واضح اور ثابت ہیں۔ (نبوی نماز ج ۱ ص ۲۳۰)۔

قارئین کرام ہم نے حوالے نقل کر دیے ہیں۔ اب آئیے قطعی یا یقینی نص کے معنی دیکھتے ہیں۔

ا۔ النص مصدر۔ مصرح کلام۔ ج۔ نصوص۔ والنص من کل شیء انجام انتہا۔ النص من الکلام ایسا کلام جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ (المنجد ص ۱۲۸۲) ثابت ہوا کہ "نص" ملنے کے بعد تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تو پھر "کچھ" "قدرے واضح اور ثابت ہیں" کی گنجائش کہاں سے آگئی۔ بس نہیں تو کچھ بھی نہیں)۔

۲۔ نص۔ اصل۔ متن۔ حدیث۔ خبر۔ نص صریح۔ عیاں اور واضح جو شرح و تفسیر کی محتاج نہ ہو (لغت فرہنگ فارسی ص ۹۳۹) اب نص صریح۔ عیاں وہی ہے جس

کو موصوف نے "قطعی یا یقینی نص" لکھا ہے۔ اور یہ نص کسی شرح اور تفسیر کی محتاج نہیں ہوتی۔

۳: نص۔ ز ع۔ ا۔ مونث۔ ا۔ قطعی حکم ۲۔ قرآن پاک کی وہ آیتیں جو صاف اور صریح ہوں۔ نص قرآنی۔ قرآن مجید کے واضح احکام۔ نص ناطق۔ ایسا کلام جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو (فیروز لغات اردو جدید ص ۱۸۱۲)۔

اب جبکہ اہل سنت والجماعت حضرات کے پاس ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی قطعی اور یقینی نص موجود نہیں۔ تو جھگڑتے کیوں ہیں الجھتے کیوں ہیں؟ چھوڑیں ضد کو مانیں ولایت علی وآل علی علیھم الصلوۃ والسلام کو۔ آیئے کہ آیہ مبارکہ واعتصمو بحبل اللہ جمعا ولا تفرقو کی تفسیر کو پورا کریں اور نماز میں ہاتھ کھول کر ایک ہو جائیں۔

"ایک اور ثبوت"

۱۳۲۔۱۲ قال ابن منذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت علی ذالک شیء فھو مخیر۔ یعنی امام ابن منذر نے اپنی بعض کتب میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق رسول اللہ ص کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔ اس لیے نمازی کو اختیار ہے چاہے باندھے چاہے کھولے۔ دیکھیے اسلامی نماز چاپ ۱۹۴۰ع ص ۲۲۱۔۲۲۲ بحوالہ حاشیہ سنن ابو داؤد کتاب الصلوۃ ۷۶۔

تو اب ہم گذارش کرینگے کہ محترم میں اگر آپ کے پاس کوئی صحیح حدیث

ثابت نہیں تو یہ لفظ "محترم" کی کیا ضرورت؟

بس ثبوت نہیں تو نہیں اور بس

فصل معصوم "ہاتھ کھول کر پڑھنے والے حضرات"

اس فصل میں آئمۃ الھدی صلوۃ اللہ علیہم کا ذکر نہیں آئے گا وہ معصومین علیہم السلام تو اس بات پہ متفق ہیں کہ نماز میں ہاتھ کھولتے ہیں۔ اس بات کے لیے علیحدہ فصل آئیگا۔ اس فصل میں اثبات کی خاطر بات ہوگی اوروں کی۔ تو لیجئے:

یہ آنے والی پانچ دلیلیں ہم کتاب "اسلامی نماز" چاپ ۱۹۳۰ع ص ۲۳۴ تا ۲۳۶ سے نقل کرتے ہیں۔ اور رجال پر بحث بھی اسی کتاب کے ص ۲۳۵۔۲۳۶ پر موجود ہے۔ تو پیش خدمت ہے۔

۳۳،۱ چوتھی دلیل حدیثیں ہیں نمبر ۱۔ ابن ابی شیبہ ہشیم سے وہ یونس سے وہ معرہ اور ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۳۴۔۲ نمبر ۲ ابن ابی شیبہ، غصان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن زبیرؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور علامہ زمان اور بحر العلوم اور صحابی مشہور یعنی عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر تم رسول اللہ ص کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ ابن زبیرؓ کی نماز کو دیکھ لو۔

(بحوالہ تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۹۹ باب خامس کیفیت نماز) اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ص بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے۔

برحاشیہ: عبداللہ ابن زبیرؓ خود صحابی اور صحابی کے فرزند، حضرت ابوبکرؓ کے نواسے اور جناب عائشہؓ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ اور مشہور عابد وزاہد تھے۔ حضرت رسول اللہ ص اور اپنے باپ اور اپنے نانا کی نمازیں دیکھے ہوئے تھے۔ زہد وعبادت مخالفت حکم خدا و رسول ص سے روکنے والی چیز تھی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے انکی نماز کو پیغمبر ص کی نماز کا فوٹو قرار دیا۔ اس لیئے یہ ہی ایک حدیث ہماری مدعا کے لیئے کافی ہے۔

۱۳۵۔۳ نمبر ۳۔ ابن ابی شیبہ ابن علیہ سے وابن عون سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ اس نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تو انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے وقت عام طور ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی تھی اسی وجہ سے سائل کو مسئول عنہ کے ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے تعجب ہوا۔ اور ابن سیرین سے جو فقیہ وقت تھے اس کا حکم پوچھا اور انہوں نے عذر بیان کیا۔

۱۳۶۔۴ نمبر ۴۔ ابن ابی شیبہ عمر بن ہارون سے وہ عبداللہ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن مسیب کو کبھی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے نہیں

دیکھا بلکہ وہ ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۷۔ ۵۔ نمبر ۵۔ ابن شیبہ۔ یحیٰ بن سعید سے وہ عبداللہ بن عقار سے نقل کرتے ہیں ہم سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ آگئے اور اس کے ہاتھوں کو جدا کر کے واپس آئے۔

ان تمام احادیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام مشہور ہے میں اپنی سند سے لکھا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابو بکر عثمان بن ابی شیبہ کوفی "ثقہ" اور حافظ تھے اور سنہ ۲۳۵ھ میں فوت ہوئے (تقریب التھذیب) پہلی حدیث میں ہشیم بغدادی معتبر ثقہ تھے اور یونس بن خباب کوفی ثقہ تھے سنہ ۱۰۰ کے بعد فوت ہوئے اور ابراہیم بن محمد کوفی ثقہ تھے اور حسن بصری مشہور امام اہل سنت تھے۔ اور لفظ حسن جب بے قید بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں اور حسن کے بعد اگرچہ روایت میں مصرہ لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ لفظ غلط ہے۔ کیونکہ کتابوں میں اس نام کا کوئی راوی ہے نہ عالم۔ یہ نام درحقیقت مغیرہ ہے جو بگاڑ کر مصرہ لکھا گیا ہے۔ اور طبقہ کی مخالفت بتاتی ہے کہ یہ مغیرہ بن شبل کوفی ہے اور سنہ ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے اور اگر صحیح مصرہ ہی ہو جب بھی ان کی جلالت قدر ظاہر ہے کیونکہ ایسے ہی جلیل القدر تھے کہ ان کے عمل کو حسن بصری جیسے بزرگ نے مذہبی حکم کی سند قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث کی اسناد میں غصان بصری یزید بن ابراھیم اور عمرو بن دینار تینوں ثقہ تھے۔اور عبداللہ بن زبیر صحابی جلیل تھے۔

تیسری حدیث میں ابن عبد یعنی اسماعیل بن ابراھیم بن قصم ثقہ حافظ تھے اور عون فقیہ مشہور ثقہ جلیل القدر تھے اور محمد ابن سیرین امام وقت اور تابعی شاگرد اور جلیل القدر تھے۔

چوتھی روایت میں عمر بن ہارون حافظ اور بزرگان اہلسنت سے تھے۔اور عبداللہ بن یزید مقری استاد امام بخاری ثقہ فضل تھے اور سعید بن مسیبہ اپنے وقت کے پیشوائے اہل سنت تابعی تھے۔پانچویں حدیث میں یحیی بن سعید بن فروخ ثقہ اور پیشوائے اہل سنت تھے۔اور عبداللہ بن زعزار یا عرار یا عزار کسی نام سے کوئی راوی کتابوں میں نہیں ہے۔یہ غلط ہے۔صحیح عبداللہ عیسی ہے کیونکہ سعید بن جبیر سے یہ ہی روایت کرتے ہیں۔اور یہ ثقہ تھے۔اور سعید بن جبیر تابعی مشہور شاگرد صحابہ اور فقیہ و پیشوائے اہل سنت تھے۔ان روایتوں میں ایک صحابی یعنی عبداللہ ابن زبیرؓ اور پانچ تابعی یعنی حسن بصری اور مصرہ یا مغیرہ اور محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا عمل ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: ایسی ہی روایات جناب سید اظہر علیؒ نے اپنی کتاب "ارسال یدین" میں لکھی ہیں۔رجوع فرمائیں۔

۱۳۸۔۶ امام مالک سے دو روایتیں ہیں: ان دونوں میں ایک یہ ہے کہ نماز میں سینہ پہ ہاتھ باندھے جائیں۔ دوسری یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ کھولے جائیں۔۔۔اور یہ ہی ارسال والی روایت مالکیوں کے جمہور کے پاس ہے۔ اور یہ ہی ان میں مشہور ہے۔ اور یہ ہی ان کا مذہب ہے۔ دیکھیے شرح مسلم شریف امام نووی ج اص ۱۷۳۔

۱۳۹۔۷ امام مالک کی تین روایات میں (ایک روایت ہے) اپنے ہاتھوں کو کھولا جائے یہی زیادہ مشہور ہے۔۔۔ (فقہ الحدیث کی کتاب الصلاۃ ج اول ص ۴۰۵)۔

۱۴۰۔۸ امام مالکؒ سے ارسال یعنی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے بارے میں بھی روایات کیا گیا ہے۔۔۔ امام مالکؒ کے مقلدین انہی کی تقلید میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ دیکھیے امام ابن حجر عسقلانی۔ بلوغ المرام اردو مترجم فضیلۃ الشیخ احمد حسن دہلوی ص ۹۸۔

فصل چہارم

''محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم نماز میں ہاتھ کھولتے تھے''

۱۴۱۔۱ عن معاذؓ ان رسول اللہ ص کان اذا قام فی الصلاۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا کبر ارسلھما (رواہ الطبرانی) حضرت

معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ص جب نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے اور پھر انکو کھلا چھوڑ دیتے۔ (فتویٰ عبدالحی لکھنوی ج ا ص ۳۲۶)۔

۲۔۱۴۲ لان النبی ص کان یفعل کذالک و کذا اصحابه حتیٰ ینزل الدم من رئوس اصابعهم. آنحضرت ص اور انکے اصحاب اسی طرح (ہاتھ کھول کر) نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ انکی انگلیوں کے سروں میں خون اتر آتا۔ (امام عینی شرح کنز الدقائق طبع نول کشور ص ۲۵ اور پر حاشیہ ص ۵۶۲)۔

۳۔۱۴۳ امام شوکانی نے نیل الاوطار طبع مصر ج ۲ ص ۷۶ پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عترت رسول ص ہاتھ کھول نماز پڑھنے کی قائل ہے۔

قارئین کرام یہاں تک ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت کی کتب سے نماز میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے پہ بحث کی ہے۔ اب محققانہ اور غیر جانبدارنہ تحقیق کے لیئے لازم ہے کہ باادب واحترام دہلیز سیدہ عالم علیہا سلام پہ جبین عقیدۃ خم کرکے احادیث آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کی تلاوت کریں۔ تو پیش خدمت ہے۔

۱۔۱۴۴ فقام ابوعبداللہ علیہ السلام مستقبل القبلة منتصباً فارسل یدیه جمیعا علی فخذیه قد ختم اصابع مفرجات واستقبل باصابع رجلیه جمیعا القبلة لم یحرفهما عن القبلة قال بخشوع اللّٰہ

اکبر ثم قرا الحمد بترتیل وقل هو الله احدثم صبر نهية بمقدار ما یتنفس وهو قایم ثم رفع یدیه حیال وجهه ثم قال الله اکبر ..... امام جعفر صادق علیه السلام (حماد کو نماز سکھانے کے لیئے) کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ کر دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیاں ملالیں اور اپنے دونوں پاؤں قریب قریب رکھے اور ان کے درمیان تین کھلی انگلیوں کا فاصلہ رکھا اور بخشوع کہا "اللہ اکبر" پھر ترتیل سے سورۃ الحمد اور سورۃ قل ھواللہ احد پڑھا۔ پھر دیر بقدر سانس کے توقف کیا۔ دراں حالیکہ آپ کھڑے تھے پھر آپ نے چہرے تک ہاتھ اٹھائے۔ اور بحالت قیام اللہ اکبر کہا۔ (اسی حدیث میں مکمل نماز لکھی ہے) آخر میں تشھد اور سلام پڑھنے کے بعد فرمایا اے حماد اس طرح پڑھ۔ (فروع کافی شریف ج ۱ کتاب الصلاۃ باب ۱۹ ح ۶)

۱۳۵۔۲ اسی فروع کافی شریف کتاب الصلوۃ میں باب ۲۷ ح ۱ میں ہے

عن ابی جعفر ع قال اذا قمت فی الصلاۃ فلا تلصق قدمک بالاخری دع بینهما فصلا اصبع اقل ذلک شبر واکثر واسدل منکبیک وارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالة رکبیک۔۔ الحدیث فرمایا باقر العلوم علیہ السلام نے جب نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہو تو ایک قدم کو دوسرے سے نہ ملا اور انکے درمیان فاصلہ دو چند انگلیوں کا کم

سے کم ایک بالشت یا کچھ زیادہ اور اپنے دونوں کندھے سیدھے برابر رکھو اور اپنے دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دو اور اپنی انگلیاں مت کھولو اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھو مقابل میں اپنے دونوں گھٹنوں کے۔

۳-۱۳۶ اور اسی طرح تہذیب الاحکام میں اور دعائم الاسلام میں عن امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ ہے۔

۴-۱۳۷ اور صادق الحرۃ علیہ السلام کی ہاتھ کھول کر نماز کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب کیفیۃ الصلاۃ ج ۹۵ میں موجود ہے۔

۵-۱۳۸ نیز امام جعفر الصادق علیہ السلام کی ہاتھ کھول کر نماز مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسی ج ا کتاب الصلوٰۃ باب کیفیتھا و جملہ من احکامھا و آدابھا ج ا میں موجود ہے۔

۶-۱۳۹ عن جابر الجعفی قال سمعت ابا جعفر محمد بن علی الباقر (صلوٰۃ اللہ علیھم) لیس علی النسآء اذان الی ان قال فاذا قامت فی صلاتھا ضمت رجلیھا و وضعت یدیھا علی صدرھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا عورت کے اذان نہیں۔ جب نماز کیلئے کھڑی ہو تو اپنی دونوں ٹانگوں کو آپس میں ملائے اور ہاتھ اپنے سینہ (پستانوں) پر رکھے۔ (مستدرک الوسائل ایضا باب ایضا ح ۴ بحوالہ خصال صدوق)۔

۱۵۰۔ اور اسی حدیث کی مزید وضاحت فروع کافی ج اول ب ۲۷ ح ۲ میں عن ابی جعفر ع اس طرح کی گئی ہے۔ جب عورت نماز کیلئے کھڑی ہو تو اپنے دونوں قدم ملا کر رکھے اور درمیان کشادگی نہ کرے اور "تضم یدیھا الی صدرھا لمکان ثدییھا" اپنے ہاتھ اپنے سینہ پر پستانوں کی جگہ پر رکھے۔

باب ششم "بسم اللہ الرحمن الرحیم"

بسم اللہ کا پڑھنا بھی فریقین میں ایک اہم اختلافی مسئلہ ہے۔ کئی سورۃ کے شروع میں سورۃ کا جز نہیں مانتے۔ کئی بطور ثواب پڑھتے ہیں کئی فقط شروع میں بلا آواز آہستہ پڑھتے ہیں اور کئی پڑھتے ہی نہیں۔ غلامان معصومین ع (شیعہ اثنا عشریہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو سواء سورۃ توبہ کے تمام سورتوں کا جز مانتے ہیں۔ اور نماز میں بسم اللہ کو جہریہ (آواز سے) پڑھتے ہیں۔ آیئے اس مسئلہ پر بھی کتب فریقین سے تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول "بسم اللہ سورۃ کا جز ہے"

کتب اہل سنت والجماعت

۱۵۱۔ا تمام کوفی قاری اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اور پچھلے بہت سے بزرگ تو اسے سورۃ فاتحہ کے اول کی ایک پوری اور مستقل آیۃ کہتے ہیں۔ اور بعض اسے اس کا جز مانتے ہیں۔ (امام ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر تفسیر ابن کثیر (اردو) مترجم علامہ محمد صاحب جونا گڑھی ج اول ص ۲۷)۔

۱۵۲۔۲ حضرت علی ع ابن عباسؓ اور ابو ہریرہ نے سبع مثانی کی تفسیر میں پہ،

ہی کہا ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ ہے۔اور بسم اللہ اسکی ساتویں آیہ ہے۔(ایضاً ص ۴۸)۔

۳۔۱۵۳ سنن ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص سورتوں کی جدائی تصور نہیں کرتے تھے جب تک آپ ص پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔نازل نہیں ہوتی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ایک اور مرسل حدیث میں یہ روایت سعید بن جبیرؓ سے بھی مروی ہے۔ (حوالہ بعد میں)۔

۴۔۱۵۴ صحیح ابن خزیمہ میں (ام المومنین) ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے بسم اللہ کو سورۃ الفاتحہ کے شروع میں نماز میں پڑھا اور اسے ایک آیہ شمار کیا۔(حوالہ بعد میں)۔

۵۔۱۵۵ حضرت علی ع۔ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، ابو ہریرہؓ عنہم حضرت عطا، حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر حضرت مکحول اور حضرت زہری رحمھم اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں ایک مستقل آیۃ ہے سواء سورہ برأۃ کے۔ان صحابہ اور تابعین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی امام احمد اور امام اسحٰق بن راہویہ اور ابوعبیدہ قاسم بن سلام رحمھم اللہ کا بھی یہ مذہب ہے۔(امام) داؤد کہتے ہیں کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے۔ اب جناب ابن کثیر اپنا فیصلہ دیتے ہیں: صحیح مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں قرآن پاک میں یہ آیہ شریف (بسم اللہ۔۔۔) ہے وہاں مستقل

آیۃ ہے، نمبر ۳۔۱۵۳ سے اب تک کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۔۳۷ (اردو)۔

۱۵۶۔۶ تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۳۷ پر آگے اس طرح لکھا ہے۔ شافعیؒ کا مذہب ہے کہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ سے پہلے (بسم اللہ) کو اونچے آواز سے پڑھنا چاہیے۔ صحابہؓ اور مسلمانوں کے متقدم و متوخر امامین کی جماعتوں کا یہی مذہب ہے۔

۱۵۷۔۷ مزید ابن کثیر (حوالہ ایضا) لکھتا ہے: مستدرک حاکم میں انہی (ابن عباسؓ) سے روایت ہے کہ حضورؐ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۵۸۔۸ تفسیر ابن کثیر ج اول ص ۳۸ پر ہے: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ ہر آیت پر رکتے تھے اور آپ کی قرأۃ الگ الگ ہوتی تھی جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر کر الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر کر الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر کر مالک یوم الدین (امام) دار قطنی اسے صحیح بتاتے ہیں۔

امام ابو الفدا ابن کثیر اپنی اسی تفسیر میں ج ا ص ۳۸ پر احادیث فی اثبات بسم اللہ۔۔۔ لکھنے کے بعد پھر دوسری مرتبہ اپنا فیصلہ دیتے ہیں۔ " لکھتے ہیں غرض اتنی ہی احادیث و آثار اس مذہب کی حجت کے لئے کافی ہیں"۔

۱۵۹۔۹ واخرج الدار قطنی وصححہ والبیہقی فی السنن

عن ابی هریره قال قال رسول الله ص اذا قراتم (الحمد) فاقرئوا بسم الله الرحمن الرحیم. انها ام القرآن وام الکتب والسبع المثانی و بسم الله الرحمن الرحیم احد آیا تها ۔ رسول اللہ ص نے فرمایا جب بھی تم الحمد کی تلاوت کرو تو فورا بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ پڑھا کرو۔ تحقیق وہ ام القرآن وام الکتب ہے اور سبع المثانی ہے اور بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ فاتحہ کی ایک آیۃ ہے۔ (دارقطنی نے اس صحیح کہا ہے) دیکھیے تفسیر الدر المنثور للامام سیوطی ج اول ص ۱۲۰۱۱ ۔

۱۶۰۔۱۰ تفسیر تبیان القرآن للعلامہ غلام رسول سعیدی طبع الرابع سنہ ۲۰۰۲ع ج اول ص ۱۵۸ میں ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک س الفاتحہ کی جز ہے۔

۱۶۱۔۱۱۔اور اسی تبیان کے ج اص ۱۶۰ پر ہے۔ "امام شافعی کے نزدیک چونکہ ہر سورۃ کے اول میں بسم اللہ ۔۔۔ اس سورۃ کا جز ہے۔ اس لیئے ان کے نزدیک ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ ۔۔ پڑھی جائے گی۔

۱۶۲۔۱۲۔امام نووی شرح مسلم ج اول ص ۱۷۲ میں ہے "ومذهب الشافعی وطوائف من السلف والخلف ان البسملة اية من الفاتحه" تحقیق بسم اللہ ۔۔۔۔۔۔ فاتحہ کی آیۃ ہے۔

۱۶۳۔۱۳ مذکورہ تفسیر تبیان القرآن ج اص ۱۶۱ میں بحوالہ امام نووی لکھا

ہے "سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں الفاتحہ اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ۔۔۔ کو جہراً پڑھا جائے۔"

۱۶۴۔۱۴ عن عبد خیر قال سئل علی عن السبع المثانی فقال "الحمد للہ رب العالمین" سبع آیات "بسم اللہ الرحمن لرحیم" احداھن . (اخرج الدار قطنی و البیھقی فی السنن بسند الصحیح) مولائے متقیان علی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ سبع المثانی (کیا ہے) ارشاد فرمایا یہ الحمد ہے۔ سات آیات ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انہیں سے ایک آیۃ ہے۔ (یہ صحیح حدیث ہے) حوالہ بعد میں۔

۱۶۵۔۱۵ واخرج ابن الانباری فی المصاحف عن ام سلمہ قالت قرأ رسول اللہ ص بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین... ولاالضالین. و قال ھی سبع یا ام سلمۃ.

ام المؤمنین جناب ام سلمہ علیھا سلام نے فرمایا کہ رسول اللہ (ص) نے قرأۃ کی بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین........ ولا الضالین اور فرمایا اے ام سلمہ یہی سات ہیں۔ (حوالہ بعد میں)

۱۶۶۔۱۶ واخرج الواحدی عن ابن عمر قال نزلت بسم

اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فی کل سورۃ ۔ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ بسم اللہ

-------- ہر ایک سورۃ میں نازل ہوئی ہے۔ (حوالہ بعد میں)۔

۱۶۷۔۱۷ واخرج الطبرانی والحاکم وصححہ والبیھقی

فی شعب الایمان عن ابن عباسؓ ان النبی ص کان اذا جاءہ جبریل

فقرأ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) علم انھا سورہ ۔ جبریلؑ خدمت

رسول ص میں حاضر ہو کر جب بسم اللہ ۔۔۔تلاوت کرتے تو پتہ چلتا تھا کہ یہ سورہ

ہے۔(امام طبرانی اور امام حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے)(حوالہ بعد میں)۔

۱۶۸۔۱۸ واخرج البیھقی فی شعب الایمان والواحدی عن ابن مسعود قال

کنا لا نعلم فصل مابین سورتین حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن لرحیم

امام بیہقی اور امام واحدی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہمیں دو سورتوں کے

درمیان پتہ نہ چلتا تھا جب تک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی (حوالہ بعد میں)۔

۱۶۹۔۱۹ واخرج الثعلبی عن طلحہ بن عبید اللہ قال قال

رسول اللّٰہ ص من ترک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقد ترک آیۃ

من کتاب اللّٰہ ۔فرمایا رسول اللہ نے کہ جس نے بسم اللہ---------کو

ترک کیا اس نے قرآن مجید کی ایک آیہ کو ترک کیا۔ (حوالہ بعد میں)۔

۱۷۰۔۲۰ واخرج البزاز والدار قطنی والبیھقی فی شعب

الایمان من طریق ابی طفیل قال سمعت علی ابن ابی طالب (ع) وعمار یقولان ان رسول اللّٰہ ص کان یجھر فی المکتوبات بہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحہ الکتٰب.

مولائے متقیان امیر المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہ علی ابن ابی طالب اور جناب عمارؓ بن یاسرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ص تمام واجب نمازوں میں آواز کے ساتھ بسم اللہ۔۔۔ فاتحہ کے ساتھ پڑھتے (بسم اللہ۔۔۔ کی جز ہے) (حوالہ بعد میں)۔

۱۷۱۔۲۱ اخرج الدار قطنی عن عائشہؓ "رسول اللہ ص کان یجھر بہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ تحقیق رسول اللہ ص آواز سے بسم اللہ ۔۔۔۔۔ پڑھتے تھے۔ (حوالہ بعد میں)۔

۲۲.۱۷۲ واخرج الشافعی فی الام والدار قطنی والحاکم وصححہ والبیھقی عن معاویہ انہ قدم المدینۃ فصلی بھم ولم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولم یکبر اذا خفض واذا رفع. فناداہ المھاجرون والانصار حین سلم " یا معایہ اسرقت صلاتک این بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ؟ واین تکبیر ؟ فلما صلی بعد ذالک قرأ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لام القرآن وللسورۃ التی بعد ھا وکبر حین یھوی ساجداً. معاویہ بن ابی سفیان مدینہ آئے لوگوں میں نماز پڑھی اور

بسم اللہ ــــــ نہیں پڑھی اور نماز میں جھکنے اور اٹھنے پہ تکبیر نہیں کہی۔ جب سلام پڑھا تو مہاجرین اور انصار (صحابہ کرامؓ) نے اسکو آوازیں دے کر کہا "اے معاویہ کیا نماز میں کمی کردی؟ بسم اللہ ــــــــــ اور تکبیر کہاں گئی؟ اسکے بعد اس (معاویہ) نے جب (بھی) نماز پڑھی تو بسم اللہ ــــــ کو الحمد کے ساتھ دوسری بعد والی سورۃ کے ساتھ پڑھتے تھے اور سجود میں جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے۔ (امام شافعی امام دار قطنی اور امام حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے)۔

اس باب کے اس فصل کی ح ١٦٣۔١٤ سے ١٧٢۔٢٢ تک کے لیے دیکھیے تفسیر الدر المنثور سیوطی طبع لبنان ج تفسیر س الفاتحہ۔

اور امیر شام کی نماز کی روایت تفسیر کبیر (اردو) ج اول ص ٣٨ پہ بھی موجود ہے۔

١٧٣۔٢٣ المسئلة الرابعة قال الشافعی بسم الله الرحمن الرحيم آية من اول سورة الفاتحه و تجب قرأتها مع الفاتحه۔ بسم اللہ ــــــ س الفاتحہ کی پہلی آیۃ ہے اور فاتحہ کے ساتھ اسکی قرأۃ واجب ہے۔ (تفسیر کبیر)۔

١٧٤۔٢٤ والذی عندی فيه ان النقل المتواتر ثابت بان بسم الله الرحمن الرحيم كلام انزل الله على محمد(ص). (امام فخر الدین

رازی اپنا فیصلہ دیتے ہیں کہ) ہمارے نزدیک جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حد تواتر سے ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ص پہ نازل کیا ہے۔ تفسیر کبیر۔

۱۷۵۔۴۵ الحجة الاولی: روی الشافعی عن ابن جریح عن ابن ابی ملیکہ عن ام سلمہ انہا قالت قرأ رسول اللّٰہ ص فاتحہ الکتٰب فعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیة الحمد اللّٰہ رب العالمین آیہ الرحمٰن الرحیم آیة مالک یوم الدین آیةایاک نعبد وایاک نستعین آیة اھد نا الصراط المستقیم آیة صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آیة وھذا نص صریح (تفسیر کبیر) یہ نص صریح ہے کہ بسم اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔ الحمد کا جز ہے۔ (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۱۷۶۔۴۶ الحجة الرابعہ روی الثعلبی باسنادہ عن جعفر ع بن محمد ع عن ابیہ ع عن جابر بن عبداللّٰہؓ ان النبی قال لہ کیف تقول اذا قمت الی الصلوٰة قال اقول الحمد للّٰہ رب العالمین قال قل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اسناد عربی میں دیکھو) رسول اللہ ص نے فرمایا جب تم نماز میں کھڑے ہوتے ہو تو کیسے پڑھتے ہو۔ جابر نے عرض کیا میں پڑھتا ہوں "الحمد للہ رب العالمین" تو حضور ص نے فرمایا (نہیں بلکہ الحمد شروع کرنے سے

پہلے) پڑھو" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "۔ (تفسیر کبیر)۔

۱۷۷۔۲۷ روی الثعلبی باسنادہ عن علی ابن ابی طالب انہ کان اذا افتتح السورۃ فی الصلاۃ یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم . وکان یقول من ترک قرأتہا فقد نقص۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام جب بھی نماز پڑھتے تو سورۃ کے شروع میں بسم اللہ۔۔۔۔۔ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ جس نے بھی بسم اللہ۔۔۔۔۔ کی قراۃ کو ترک کیا اس نے نقص کیا (تفسیر کبیر)۔

۱۷۸۔۲۸ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں پدر یزید معاویہ بن ابوسفیان کی اوپر گذری ہوئی نماز کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو کہ بحوالہ الدرالمنثور لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں" اور یہ خبر دلیل ہے" علی اجماع صحابہ کہ صحابہ کرام کا اس پہ اجماع ہے کہ "علی انہ من القرآن" بسم اللہ۔۔۔۔۔ قرآن میں سے ہے "ومن الفاتحہ" اور فاتحہ میں سے ہے "وعلی ان الاولی الجہر بقرأتہا" اور یہ کہ وہ آواز سے پڑھی جائے۔

۱۷۸۔۲۸ الحجۃ الثالث عشرۃ فثبت ان الانبیاء کلما شرعوا فی عمل من اعمال الخیر ابتدعوا بذکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے اعمال خیر کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے تھے۔

۱۷۹۔۲۹ اما فخر الدین رازی اب فیصلہ دیتے ہیں۔ وہ المقدمۃ الثالث میں لکھتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت تمام انبیاء پر واجب اور ہمارے رسول ص پر بھی واجب تھی اور بسم اللہ کا پڑھنا ہمارے لیئے واجب ہے۔

اور جب ہم پا اکی قرأۃ واجب ہے تو یہ صاف ثابت ہے کہ بیشک وہ سورۃ الفاتحہ کی آیۃ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۱۸۰۔۳۰ الحجۃ الخامسۃ: امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ص نماز میں آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ "ثم ان الشیخ بیہقی روی الجهر عن عمر بن خطاب" کہ عمر بن خطاب بھی آواز سے بسم اللہ۔۔۔ پڑھتے تھے۔ اور ابن عباس اور ابن عمر اور ابن زبیر سے بھی۔ اب جناب فخر الدین رازی پھر فیصلہ کی بات کرتے ہیں "واما ان علی ابن ابی طالب کان یجهر بالتسمیة فقد ثبت بالتواتر ومن اقتدی فی دینه بعلی ابن ابی طالب فقد اهتدی والدلیل علیه قوله علیه السلام اللهم ادر الحق مع علی حیث دار" اور یہ متواتر ثابت ہے کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھتے تھے۔ اور جس نے بھی اپنے دین میں علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) کی پیروی کی اسنے ہدایت پائی

اور اس پر رسول اللہ ص کی یہ حدیث دلیل ہے کہ یا اللہ جہاں بھی علی علیہ السلام ہو حق کو ادھر پھیر دے۔ امام رازی نے اوپر بیان کیئے گئے تفسیر کبیر کے تمام حوالہ جات تفسیر کبیر جلد اول زیر تفسیر س الفاتحہ لکھے ہیں۔

فیصلہ تو ہو ہی گیا لیکن مزید اطمینان کے لیے کچھ اور اثبات:

۱۸۱۔۳۱ صحیح مسلم شریف مترجم آغا رفیق ج ۱ میں ایک باب ۱۵۰ بسم اللہ قرآن کی ہر سورۃ کا جز ہے سوا س براۃ کے" اس باب کی پہلی حدیث یہ ہے: عن انس ۔۔۔ حضور ص نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل کی گئی ہے۔ یہ فرما کر حضور ص نے یہ سورۃ پڑھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر . یہی امام نووی نے شرح مسلم ج اول میں لکھا ہے۔

۱۸۲۔ ۳۲ عن ابی هریره قال قال رسول اللہ ص اذا قرأتم الفاتحۃ فاقرأو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فانها احدا آیاتها۔ رسول اللہ ص نے فرمایا تم جب بھی سورۃ الفاتحہ پڑھو تو بسم اللہ ۔۔۔۔۔ ضرور پڑھا کرو کیونکہ یقیناً وہ اسکی آیتوں سے ایک آیۃ ہے (تطہیر الشام طبع لاہور سنہ ۱۹۳۰ء ص ۳۹۔ بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی ح ۲۲۱ ص ۱۰۰۔)

۱۸۳۔۳۳ ام المومنین ام سلمہ علیہا سلام کی تفسیر الدر المنثور اور تفسیر،

کبیر کے حوالوں میں بیان کی ہوئی روایت ''الاتقان فی علوم القرآن (اردو) ج ا ص ۱۰۹ پر بھی موجود ہے۔

۱۸۴۔۳۴ عن ابن عباس قال کان النبی ص لا یعرف فصل السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. (ترجمہ گذر چکا ہے) دیکھئے سنن ابوداؤد ج ا باب ۲۷۴ کتاب الصلاۃ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فضائل القرآن ف ۳ ح ۲ ج ۲ ص ۳۵۵۔

۱۸۵۔۳۵ ایک اور فیصلہ: حضرات اہل سنت والجماعت کے امام ابن حزم اندلسی کی مشہور کتاب ''المحلی'' (اردو) ج ۲ باب ۳۶۶ ''بسم اللہ کا پڑھنا یا نہ پڑھنا (مترجم علامہ غلام احمد حریری) ص ۲۲۷ پر یوں لکھا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ بر حاشیہ ہے: جو لوگ نماز میں فاتحہ کو بسم اللہ کے بغیر پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جن احادیث سے انہوں۔ نے استدلال کیا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان سے صراحۃً یہ بات ثابت نہیں ہوتی تمام قراء بلا اختلاف اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کے شروع میں بسم اللہ۔۔۔۔ لکھی جائے عملاً بھی مصاحف میں اسی طرح کیا گیا ہے۔ یہ ایک بین دلیل ہے جس سے جملہ اختلاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام اب تک ہم نے اہل سنت والجماعت حضرات کے تمام

مکاتب فکر کے کتب سے بسم اللہ۔۔۔۔کو تمام قرآنی سورتوں (سوائے البراۃ) کا جز ثابت کر دیا ہے۔ اور نماز میں سورتوں کی تلاوت کے لیئے ابتدا میں اس کی تلاوت ثابت کی ہے۔ اب اس پہ کوئی عمل کرے یا نہ کرے یہ اس کی اپنی مرضی۔ ہم کسی کو مجبور کیوں کریں لا اکراہ فی الدین۔

اب تحقیق کو مکمل کرنے کے لیئے مقدس دہلیز سیدہ عالم علیہا سلام نہایت ادب واحترام سے سلام عقیدت پیش کر کے احادیث آئمۃ الھدیٰ علیھم السلام کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ تو پیش خدمت ہے۔

فصل دوم کتب امامیہ شیعہ خیر البریہ

۱۸۵۔۱ سالت ابا عبداللہ علیہ السلام "ولقد آتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم" قال ھی سورۃ الحمد وھی سبع آیات منھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں سبعا من المثانی والقرآن العظیم کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کیا ہیں ؟) تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سورۃ الحمد ہے اور یہ سات آیتیں ہیں اور ان ساتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیۃ ہے۔ تفسیر العیاشی ج۱ص۳۳ ح۳ بحوالہ بحار الشریف ج۱۸ص۳۶،۳۳۵ ج۱۹ص۵۸،۵۹ البرھان ج۱ص۴۲۔

۱۸۶۔۲ عن ابی بکر الحضرمی قال قال ابو عبد اللہ علیہ

السلام ... قال فاتحة الكتب بسم الله الرحمٰن الرحيم الحمد لله رب العالمين .... (فاتحه بسم الله الرحمٰن الرحيم الحمد لله رب العالمين.......... ولا ضالين. ہے) تفسیر العیاشی ج ۱ ص ۳۵ بحوالہ البحار ج ۱۹ ص ۵۹ ۔ الصافی ج ۱ ص ۵۶، الوسائل ج ۱ ابواب القرأۃ القرآن باب ۳۷ ، البرھان ۱ ص ۴۲ واخرجہ الطبرسیؒ فی مجمع البیان (طصیدا ج ۱ ص ۱۷، ۱۸ عن ھذا الکتب ایضا)۔

۱۸۷۔۳ عن منصور بن حازم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال كان رسول الله ص اذا صلى بالناس جهر بسم الله الرحمٰن الرحيم ----- آنحضرت ص نماز جماعت میں بسم اللہ آواز سے پڑھتے تھے۔ تفسیر العیاشی ج ۲ ص ۳۱۸ س بنی اسرائیل بحوالہ البرہان ج ۲ ص ۴۲۳، البحار ج ۱۸ (ج ۲) ص ۳۴۹۔ تفسیر الصافی ج ۱۔

۱۸۸۔۴ بسم اللہ کے متعلق ابن عباس کی روایت (اثبات میں) کے لیے دیکھیے۔ تفسیر المیزان۔ (فارسی) ج ۲۳ ص ۱۸۸۔ طبع طہران۔

۱۸۹۔۵ از امام جعفر صادق علیہ السلام از سبع مثانی وقرآن عظیم پرسش نمودم آیا سبع مثانی فاتحۃ الکتب است؟ فرمود بلے، عرض کردم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جزء عدد ہفت است؟ فرمود بلہ آز حمد دیگرش افضل است۔ صادق الحرۃ علیہ السلام

نے فرمایا سبع مثانی فاتحہ ہے سائل نے عرض کیا کیا بسم اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان سات آیاۃ کا جز ہے؟ فرمایا ہاں وہ تو ان سب سے افضل ہے۔ دیکھیے: تفسیر المیزان ج ۲۴ ص ۲۳ بحوالہ تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ۔

۱۹۰۔۶ عن محمد بن مسلم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ص ان اللہ من علی بفاتحۃ الکتاب من کنز الجنۃ فیھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الآیۃ ۔۔۔رسول اللہ ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر احسان کیا جنت کے خزانے کے فاتحہ کے ساتھ جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ ہے۔ (مسند محمد بن مسلم (۸۰۔۱۵۰ھ) طبع قم المقدسۃ ح ۵۵۷ فی کتاب الصلاۃ ح ۱۱۵ ص ۳۵۵) مزید دیکھیے مستدرک الوسائل آغائے نوری طبری باب ان بسملۃ آیۃ من الفاتحۃ ومن کل سورۃ عدا براۃ ج ا ح ۸ ص ۲۷۵۔

۱۹۱۔۷ عندنا آیۃ من الحمد ومن کل سورۃ الا من براۃ۔ ہمارے نزدیک بسملۃ الحمد کی آیۃ ہے اور تمام سورتوں کی آیۃ ہے سوا اس البراۃ کے۔

التبیان فی تفسیر القرآن لابی جعفر الطوسیؒ الجزء الاول طبع قم المقدسۃ ص ۳۰۶۔

۱۹۲۔۸ غریب الغربا علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام شب و روز تمام نمازوں میں بسملہ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا ترجمہ اردو ج ۲ ص ۳۸۵)۔

۱۹۳ـ۹ قلت لابی عبداللہ علیہ السلام اذا قمت الصلاۃ اقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحہ القرآن. قال نعم. قال قلت واذا قرأت فاتحہ القرآن اقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مع سورۃ قال نعم. (مقصود ترجمہ گذر چکا ہے) فروع کافی شریف باب قرأۃ القرآن۔ کتاب الصلاۃ ح ا۔

باب ہفتم تلاوت الحمد کے بعد الحمد للہ رب العالمین کہنا

۱۹۵،۱۹۴ـ۱،۲ نیل الاوطار مؤلفہ امام شوکانی ج ۲ ص ۱۱۵،۱۱۶ پہ ہے کہ:

امام مالک اس طرح کہتا ہے کہ جہریہ نماز میں "آمین" نہ کہے اور ایک روایت میں اس سے منقول ہے کہ مطلقاً نماز سری ہو یا جہری "آمین" نہ کہے۔

۱۹۶ـ۳ کتاب ایضاً کے حوالہ ایضاً میں ہے مہدی نے بحر میں بیان کیا ہے کہ تمام اہلبیت عظام سے مروی ہے کہ "آمین" کا پڑھنا بدعت ہے۔ اور آمین کے بدعت ہونے پر حدیث معاویہ بن سلمی سے دلیل پکڑی۔۔۔۔ الخ۔

۱۹۷ـ۴ فروع کافی شریف ج ا باب قرأۃ القرآن ح ۵ میں ہے۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اذا کنت خلف الامام فقرأ الحمد وفرغ من قرأتھا فقل الحمد للہ رب العالمین ولا تقل آمین۔

جب پیش نماز الحمد کی تلاوت ختم کرلے تو تم الحمد رب العالمین کہو اور آمین نہ کہو۔ یہی حدیث تہذیب میں بھی ہے۔

باب ہشتم "رفع الیدین"

مسلمانوں میں رفع الیدین بھی بڑا اختلافی مسئلہ ہے۔ کئی حضرات فقط تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت رفع الیدین کرتے ہیں۔ کئی رکوع سے اٹھتے اور مذہب شیعہ اثنا عشریہ میں ہر تکبیر کہتے وقت رفع الیدین (ہاتھ کانوں تک اوپر) کرتے ہیں۔ آیئے اس مسئلہ کے لیے بھی کتب فریقین سے تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول کتب اہل سنت والجماعت

۱۹۸۔۱ عن سلیمان بن یسار ان رسول الله ص کان یرفع یدیه فی الصلاة (موطا امام مالک باب افتتاح الصلاۃ ص۹۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

۱۹۹۔۲ نماز میں رفع الیدین پر عمل حضرت جابر عبداللہ، ابو سعید، ابو الدرداء ام الدرداء، اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔

(بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۔۲۳۵، ۲۳۹ والتمہید ۱۰۔ ۲۱۹، وجزء رفع الیدین للبخاری ص۲۲۔۷۰) ۔۔۔۔۔ حوالہ بعد میں۔

۲۰۰۔۳ ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی نماز میں رفع یدین پر عمل ثابت ہے۔

ونیز آپ لوگوں کو بھی یہ سکھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ بطریق حماد بن سلمہ از ازرق بن قیس از حطان بن عبداللہ رقاشی از ابوموسی اشعریؓ مروی ہے (بحوالہ دار قطنی ۱۔۲۹۲) دیکھیے: امام ابن حزم۔ المحلی (اردو) ج ۳ ص ۱۲۳۔

۲۰۱۔۴ انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ص رکوع و سجود میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (المحلی ایضاً ص ۱۲۷ بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ: ۲۳۵۔ اور یہ سند نہایت ہی صحیح ہے۔ المحلی)

۲۰۲۔۵ حضرت مالک بن حویرثؓ سے رویت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ص کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں رکوع کو جاتے وقت رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت کانوں تک دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ بحوالہ مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلاۃ، نسائی ایضاً کتاب الصلاۃ۔ دیکھیے المحلی ایضاً ج ۳ ۱۲۷۔

۲۰۳۔۶ امام ابن حزم المحلی ج ۳ ص ۱۲۷ پر مالک بن حویرثؓ اور انسؓ کی بیان کی ہوئی ان احادیث کے متعلق لکھتے ہیں "اور یہ بالکل ظاہر اور متواتر ہیں اور علم یقین کا موجب ہیں۔ اور ص ۱۲۸ پر ابن حزم ان دونوں احادیث کے راویوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ سارے ثقہ ہیں۔ اور انکو قبول کرنا فرض ہے۔ اور ان کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (المحلی ترجمہ اردو مترجم غلام احمد الحریری)۔

۲۰۴۔۷ اور امام ابن حزم اپنی المحلی میں ح ۲۷۵ یہ لکھتے ہیں ”ابن عمرؓ سے روایت کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے......... یہ سند صحیح ہے“۔

۲۰۵۔۸ المحلی (ایضا) میں ص ۱۳۰ ح ۲۷۷ یہ ہے: ابن عمر نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے......... دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ تک اٹھاتے (رفع الیدین کرتے تھے)۔

۲۰۶۔۹ اسی المحلی میں ح ۲۷۸ یہ ہے ”ابن عمر کے غلام نافع نے ابن عمرؓ کو دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، حماد کہتے ہیں ابوایوب بھی اس طرح کیا کرتے تھے۔ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۔۲۷۱۔

۲۰۷۔۱۰ عن ابی ھریرۃؓ انه قال کان رسول اللہ اذا کبر للصلاۃ جعل یدیه حذو منکبیه واذا رکع فعل مثل ذالک واذا رفع للسجود فعل مثل ذالک۔۔۔ (حوالہ بعد میں) ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل کر لیتے اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح ہی کیا کرتے۔ اور جب سجود کے لیے جاتے تب بھی اسی طرح (رفع یدین) کرتے تھے۔

۲۰۸_۱۱ قالا النظر ابن کثیر یعنی السعدی قال صلی الی جنبی عبداللہ بن طاؤس فی مسجد الخفیف فکان اذا سجد السجدۃ الا ولیٰ فرفع راسہ منھا رفع یدیہ تلقآء وجھہ فانکرت ذالک فقلت لوھیب بن خالد فقال لہ وھیب بن خالد تصنعہ شی لم اراحدا یصنعہ فقال ابن طاؤس رایت ابی یصنعہ وقال ابی رأیت ابی یصنعہ وقال ابی رأیت ابن عباس یصنعہ ولا اعلم الا انہ قال کان النبی ص یصنعہ۔

نظر بن کثیر ساندی کہتے ہیں کہ مسجد خیف کے اندر عبداللہ ابن طاؤس نے میرے پہلو میں نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلا سجدہ کر کے اس سے اپنا سر اٹھایا تو اپنے دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کیے میں نے اس بات کا انکار کیا اور وہیب بن خالد سے کہا۔ وہیب بن خالد نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں جو میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ ابن طاؤس نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ میرے والد نے کہا کہ میں نے ابن عباس کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا (اور ان سے سجود میں رفع یدین کے متعلق پوچھا) اور میرے علم میں اس کے سواء کچھ بھی نہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم (ص) ایسا ہی کرتے تھے۔ دونوں احادیث کے دیکھیے سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلاۃ ج ۱ ح ۷۴۳_۷۳۵،۱۰_۱۲۔

۲۰۹_۱۲ کان رسول اللہ (ص) یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ فی

الصلوۃ المکتوبۃ عمیر بن حبیبؓ نے کہا کہ رسول اللہ (ص) تمام فرض نمازوں میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر (رفع یدین) کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب ج اول باب ۲۳۸ ح ۹۰۷_۲)۔

آیئے اب دیکھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں کہاں پر تکبیر کہتے تھے۔ اور جہاں جہاں بھی تکبیر ثابت ہوگی وہاں وہاں رفع الیدین قبول کرنا پڑیگا۔

۲۱۰_۱۳ عن عمران بن حصین قال صلی مع علی (ع) بالبصرۃ فقال ذکرنا ھذا الرجل صلاۃ کنا نصلیھا مع رسول اللہ ص فذکر انہ کان یکبر کلما رفع و کلما وضع. صحیح بخاری طبع مصر ج ا ص ۹۱۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں علی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی۔ عمران کہتے ہیں کہ اس مرد (مولا علی علیہ السلام) نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ ص کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر عمران نے کہا کہ وہ جب بھی (سجدے سے) اٹھتے تھے اور (سجدہ میں) جھکتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

۲۱۱_۱۴ عن علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب انہ قال کان رسول اللہ ص یکبر فی الصلوۃ کلما خفض ورفع فلم تزل تلک صلوۃ حتیٰ لقی اللہ سید السجادین علی ابن الحسین بن علی

ابن ابی طالب (صلوٰۃ اللہ علیھم) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ص جب بھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہا کرتے اور تا وقت وفات اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔ (موطا امام مالک باب ۴ افتتاح الصلاۃ ۱۷۔۲ ص ۹۰)۔

۱۲۔۱۵ دیوبندی حضرات کے استاد العلما علی محمد صاحب نے تو کتاب "نبوی نماز" حصہ اول ص ۳۶۴ پر رفع الیدین کے متعلق فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ عنوان دیتے ہیں "نماز کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کا ثبوت" کان رسول اللہ ص یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ من الصلوٰۃ (بحوالہ مسند احمد حنبل) رسول اللہ ص نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

۲۱۳۔۱۶ مزید لکھتے ہیں حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث میں جو کہ عبداللہ ابن زبیر کی نماز کے متعلق ہے اس میں بھی ہر رکعت میں رفع الیدین کا ذکر ہے۔ بحوالہ ابوداؤد ج ا ص ۱۱۵۔

۲۱۴۔۱۷ جناب علی محمد صاحب نبوی نماز حصہ اول ص ۳۶۴ میں ایک اور عنوان دیتے ہیں "سجدہ میں رفع الیدین کا ثبوت" اب موصوف حدیث عن مالک بن حویرث نقل کرتے ہیں جو اس باب میں گذر چکی ہے۔ موصوف نے کچھ ان احادیث کا ذکر بھی اپنی کتاب میں کیا ہے جو اس باب میں "المحلی" کے حوالے سے گذر چکی ہیں۔

"فیصلہ ناطق"

۲۱۴۔۱۷ امام نعمان بن ثابت کوفی کے مقلد علامہ موصوف نبوی نماز حصہ اول ص ۳۷۳ پہ لکھتے ہیں (کتاب سندھی زبان میں ہے ہم اس کا ترجمہ اردو لکھتے ہیں)۔

دوسری حقیقت: رفع الیدین کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق تمام راویوں کو سامنے رکھا جائے۔ اگر مطلق ثبوت والی احادیث کو دیکھا جائے تو درجہ ذیل جگہوں پر رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ۱۔ نماز کے شروع میں ۲۔ رکوع کرنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت ۳۔ سجدہ میں جانے اور اٹھنے کے وقت ۴۔ ہر رکعت کے شروع میں ۵۔ ہر تکبیر کے کہنے کے وقت ۶۔ سلام کہنے کے وقت۔

نوٹ: استاد العلماء دیوبندی کی تحریر میں اب مکمل ہاتھ کھول کر نماز ثابت ہوگئی۔ جس کو امامیہ۔ جعفریہ یا شیعہ نماز کہتے ہیں ایک تو موصوف کا حوالہ باب ارسال یدین میں (نبوی نماز حصہ اول ص ۳۳۰) گذر چکا ہے جس میں انہوں نے قبول کیا ہے کہ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر اس کے لیئے کوئی بھی قطعی یا یقینی نص موجود نہیں۔۔" اب اقرار کیا "نماز کے شروع میں، رکوع کرنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت، سجدہ میں جانے اور اٹھنے کے وقت۔۔۔ سلام کہنے کے وقت"۔

ہم علامہ موصوف کو سلام کہتے ہیں جن کے لکھنے سے مسئلہ نماز کا ناطق فیصلہ ہو گیا۔ مرحبا صد مرحبا۔

الحمد للہ علی احسانہ۔ حق حق ہے کتنا بھی دبایا جائے۔ پھر بھی بعض اوقات زبان سے اور بعض اوقات قلم کی چونچ سے نکل جاتا ہے۔

۲۱۵۔۱۸ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی ایک اور حدیث سنن نسائی باب رفع الیدین عند الرفع من السجدۃ الاولی میں موجود ہے۔

۲۱۶۔۱۔ نبوی نماز حصہ اول ۳۸۳ پر بحوالہ المحلی ج ۴ ص ۲۹۶ یہ حدیث لکھی ہے: عن وائل بن حجرؓ قال صلیت مع رسول اللہ ص وفیہ ثم سجد ووضع وجهه بين كفيه واذا رفع راسه من السجود ايضاً رفع يديه ۔ عن وائل میں نے رسول اللہ ص کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے سجدہ کیا تو چہرہ مبارک دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تب بھی رفع الیدین کیا۔

۲۱۷۔۲۰ حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں سردی کی وجہ سے) بڑے بڑے بھاری کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ نماز میں ہاتھوں کو کپڑوں کے اندر اٹھاتے (یرفعون ایدیھم. اپنے ہاتھوں سے رفع یدین کرتے تھے) دیکھئے: بانی جماعت المسلمین مسعود احمد۔ صلوۃ المسلمین ص

۵۵۔۳۵۴ بحوالہ ابوداؤد وسندہ صحیح وروی نحوہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۱۳۔

۲۱۸۔۲۱ اور جناب مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں۔ رفع یدین کی حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد "۵۰" تک پہنچتی ہے۔ لیکن یہ رفع الیدین کرنے والوں کی تعداد نہیں ہے۔ رفع یدین تو بلا استثنا سب ہی صحابہ کرتے تھے۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۳۵۴)۔

۲۱۹۔۲۲ حضرت حمید بن ہلال کہتے ہیں کان اصحاب النبی ص اذا صلوا کان ایدیھم حیال آذانھم کانھا المراوح. رسول اللہ ص کے اصحاب جب نماز پڑھتے تھے تو ان کے ہاتھ کانوں کے برابر ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کہ وہ پنکھے ہیں۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۳۵۶ بحوالہ جزء رفع الیدین الامام بخاری ص ۱۳ وسندہ حسن)

۲۲۰۔۲۳ علامہ محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب "صلوٰۃ الرسول ص" ص ۲۳۵ پر عنوان دیا ہے "رفع الیدین کے متعلق چار سو روایتیں ہیں" پھر لکھتے ہیں "علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنف قاموس سفر السعادت میں لکھتے ہیں: کثرت ایں معنی بہ تواتر ماندہ واست و چہار صد اثر و خبر دریں باب صحیح شدہ و عشرہ و مبشرہ روایت کردہ لا یزال الی بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کردہ غیر ازیں چیزے ثابت نہ شدہ۔ (روایات رفع یدین) کثرت روایات کی وجہ سے متواتر حدیث کے مشابہ ہیں

۔اس مسئلہ میں "۴۰۰" احادیث اور آثار آئے ہیں۔عشرہ مبشرہ نے انکو روایت کیا ہے۔ (رسول اللہ ص) اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اسی دنیا سے رحلت فرما گئے اس کے سواء کچھ بھی ثابت نہیں۔

۲۳۱۔۲۲ اسی کتاب "صلوٰۃ الرسول (ص)" ص ۲۴۳ کے آخر میں شہہ سرخی کے ساتھ لکھا ہے "ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے۔ کہ اس کے بغیر نماز کا یقینا نقصان ہے"۔

۲۳۔۲۴، ۲۳۲، ۲۵۔۲۶۔۲۷ جناب محمد اکرام جنجہ صاحب کتاب "رفع الیدین" ص ۲۶، ۲۷ پر لکھتے ہیں۔عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہ رفع الیدین کی سنت روایت کرنے پر متفق ہیں۔ بحوالہ بیہقی بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸۳، تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۹۔

امام بخاری فرماتے ہیں علماً حجاز اور عراق کے نزدیک رسول اللہ ص سے ترک رفع یدین ثابت نہیں کہ انہوں نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔ بحوالہ جزء رفع الیدین اس لیئے مولی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ رفع الیدین نبی ص سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ پھر خلفاء راشدین سے، پھر صحابہ کرام اور تابعین سے۔

فصل دوم "حوالہ جات علماً اہل سنت والجماعت"

۲۳۵۔۱ کتاب احکام ومسائل فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری

المکتبہ الکریمہ ج ۱ص ۱۸۲: سوال ۔نماز میں رفع الیدین فرض ہے یا سنت ہے؟ سائل محمد نواز شاہد۔جواب: فرض یا سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی ۔البتہ احادیث سے یہ چیز ضروری ثابت ہے کہ رسول اللہ ص نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔

۲۲۶۔۲ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت ۔رفع یدین کرنے والا مجھ کو بہت محبوب ہے۔رفع یدین نہ کرنے والے سے۔کیونکہ رفع الیدین کرنے کی احادیث بہت زیادہ اور ثابت ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ طبع مصر ص ۱۰ ترجمہ اردو مترجم علامہ محمد منظور الوجیدی ج ۲ص ۲۸۵)۔

۲۲۷۔۳ علامہ سیوطی کے حوالے سے بحوالہ التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ ص ۲۔صلوۃ المسلمین ص ۲۵۲ پر ہے" وحدیث رفع الیدین فی الصلاۃ فقد رواہ خمسون من الصحابہ" رفع یدین کرنے کی روایت کو ۵۰ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

۲۲۸۔۴ علامہ سیوطی کی کتاب الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ کے حوالے سے صلوۃ المسلمین ص ۲۵۳ پر ہے: رفع الیدین کی حدیث متواتر ہے۔

۲۲۹،۳۰۔۵،۶ کتاب صلوۃ المسلمین ص ۲۴۷ پر ایک عنوان لکھا ہے"

رفع الیدین کے خلاف حدیثیں گھڑی گئیں" اور ص ۴۸۹ پر ایک دوسرا عنوان قائم کیا ہے "رفع یدین کرنے پر مار پیٹ" پڑھ کر دیکھیں کیسے رفع یدین کرنے والوں پہ ظلم کیا جاتا تھا۔

۲۳۱۔۷ **واما قول من قال ان ذالک الحدیث ناسخ الرفع غیر تکبیرۃ الافتتاح فھو بلا دلیل.** جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو منسوخ کرتی ہے۔ ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ (محدث کھڈیلوی: خاتمہ اختلاف ص ۵۱ بحوالہ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی محدث حنفی حاشیہ ابن ماجہ مصری ج ۱ ص ۱۳۶)۔

۲۳۲۔۸ جناب صغیر احمد صاحب بہاری: رفع یدین کرنے کی روایت اس کثرت سے ہیں کہ ان کا انکار کرنا دوپہر کے وقت سورج کا انکار ہے۔ اس کے مقابل عدم رفع یدین کی کوئی ایک روایت بھی سند صحیح مرفوع متصل کتب احادیث میں موجود نہیں۔ جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ یا تو ضعیف ہیں یا اس میں معنوی و لفظی تحریف ہے۔ دیکھیے کتاب صراط مستقیم اور اختلاف امت ص ۴۲۹۔

۲۳۳۔۹ بخاری نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "جزء رفع الیدین" تحریر کیا ہے۔ اور اس میں امام حسن ؒ اور امام حمید بن بلالؒ سے حکایات بیان کی ہے کہ " **ان الصحابہ کانوا یفعلون ذالک**" تمام صحابہ یہ عمل یعنی رفع

الیدین کیا کرتے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام حسن عد نے کسی ایک کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ (فقہ الحدیث ج اول کتاب الصلاۃ ص ۴۰۱ بحوالہ تحفۃ الأ حوذی ۲۔۱۱۲) تلخیص الحبیر ۱۱۔۲۲۰۔

۲۳۴۔۱۰ امام ناصر الدین البانی کے اسی فقہ الحدیث ج اص ۴۰۱ پر ہے کہ امام شافعی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رفع الیدین کو صحابہ کی اتنی بڑی جماعت نے روایت کیا ہے کہ شاید اس سے زیادہ تعداد کے ساتھ کبھی بھی کوئی حدیث روایت نہ کی گئی ہو۔

فصل سوم "اعتراضی روایات اور آئمہ اہل سنت کے جوابات"

۲۳۵۔۱ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ص ابوبکر عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو ان سب نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ (رواہ دار قطنی والبیہقی)۔

الف۔ امام البانی کی فقہ الحدیث ج اص ۴۰۲ پر اس کا جواب یوں لکھا ہے: امام ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع (بناوٹی) قرار دیا ہے۔ اور امام دار قطنی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن جابر راوی "عن حماد" ضعیف ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی اسے مرسل و موقوف کہا ہے۔

ب۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی ابن مسعود کی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں "ولم یثبت حدیث ابن مسعودؓ"۔ ابن مسعود کی یہ حدیث ثابت نہیں۔ (جامع ترمذی

ج اول باب ۱۸۷ فی الحدیث ۲۳۲۔

۲۳۶۔۲ براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اٹھاتے "ثم لا یعود" پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد باب ۲۶۸ ح ۷۴۵)۔

الف۔ امام البانی نے اس حدیث اور اس معنی کی تمام دیگر روایات کو ضعیف کہا ہے۔ فقہ الحدیث ج ۱ ص ۳۰۲۔

ب۔ اس روایت میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جس سے یوں بھی روایت ہے رسول اللہ ص شروع نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (بھی) ہاتھ اٹھا کرتے تھے۔ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۲۵ بحوالہ بیہقی ۲۔۷۷ ------ جب (یہ یزید) بوڑھے ہو گئے اور حافظہ خراب ہو گیا تو کوفہ والوں نے انہیں "ثم لا یعود" سکھا دیا وہ ثم لا یعود کہنے لگے۔

(بحوالہ امام شوکانی نیل الاوطار) ایک مرتبہ انہوں نے علی بن عاصم کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو "ثم لا یعود" کو بیان نہیں کیا۔ حضرت علی بن عاصم نے کہا "آپ نے ثم لا یعود بھی تو کہا ہے" کہنے لگے مجھے یاد نہیں (بحوالہ دار قطنی) صلوٰۃ المسلمین ص ۳۲۵۔۳۲۶۔

ت۔ صاحب کتاب "نماز نبوی" ص ۱۶۸ پر اس حدیث براء بن

عازبؓ کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں "امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسے سفیان بن عیینہ، امام شافعی، امام بخاری کے استاد امام حمیدی اور امام احمد بن حنبل آئمۃ الحدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

۴_۲۳۷　بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ منافقین آستینوں اور بغلوں میں بت رکھ کر لاتے تھے۔ بتوں کو گرانے کے لیئے رفع الیدین کیا گیا۔ لیکن کتب احادیث میں اس کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ یہ قول جہلا کی زبانوں پر گھومتا رہتا ہے۔۔۔۔۔ دراصل یہ کہانی محض خانہ ساز افسانہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ ادنی سا تعلق بھی نہیں۔ (اس پورے اعتراض ۴ بعض لوگ دلیل۔۔۔۔۔۔ تعلق بھی نہیں۔ کے لیئے دیکھیئے نماز نبوی تحقیق و تخریج حافظ زبیر علی زئی ص ۱۶۸_۱۶۹)۔

اور فقہ الحدیث ج اول ص ۳۰۳ پہ ہے کہ "بغلوں میں بت چھپانے والا دعوی بلا دلیل ہے کہ جو کسی صحیح حدیث و اثر سے تو در کنار کسی ضعیف و من گھڑت میں بھی ثابت نہیں۔

۴_۲۳۸　ابن زبیرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ص نے رفع الیدین کیا تھا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ (نماز نبوی ص ۱۶۹)

الف: یہ روایت بھی مرسل اور ضعیف ہے۔ نماز نبوی ص ۱۶۹۔ یہ حدیث

مرسل ہے اور مرسل جمہور محدثین کے ہاں حجت نہیں (محدث گوندلوی۔ التحقیق الراسخ ص ۱۳۲)۔

۵۔۲۳۹ عن سالم عن ابیہ قال رایت رسول اللّٰہ ص اذا استفتح الصلاۃ رفع یدیہ حتیٰ یحاذی منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین (ابوداؤد کتاب الصلاۃ پ ۵ ب ۲۶۳ ح ۱۶۷ تعطیر الشام ص ۴۸) عمر بن خطابؓ کے پوتے سالمؒ اپنے باپ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جس نے کہا کہ میں نے رسول خدا ص کو دیکھا جب نماز کی ابتدا کرتے تھے تو اپنے کاندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادا کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیاں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

جواب: الف یہ حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیئے کہ صحیح الاسناد میں ہے" عن ابن عمرؓ انہ کان یرفع یدیہ اذا دخل الصلوٰۃ واذا رکع واذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہ واذا سجد .... دیکھیئے المحلی للامام ابن حزم ج ۳ ح ۶۷۵۔ ترجمہ اسی باب میں ح ۲۰۲۔ ے میں گذر چکا ہے۔

امام ابن حزم اس روایت ابن عمرؓ کے لکھنے کے بعد لکھتے ہیں" یہ سند صحیح ہے"۔

اب جب ابن عمرؓ خود سجدتین میں جانے اور اٹھنے پہ رفع یدین کرتے ہیں تو اس ح ۲۳۹۔۵ میں "ولا یرفع بین السجدتین" بناوٹ ثابت ہوتی ہے۔

٣١،٣٠-٦،ح-

حدثنا أحمد بن حنبل نا أبو عاصم
الضحاك بن مخلد ح و نا مسدد نا يحيى و
هذا حديث أحمد قال نا عبد الحميد يعني
ابن جعفر أخبرني محمد بن عمرو بن عطاء
قال سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من
أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم
أبو قتادة قال أبو حميد أنا أعلمكم بصلاة رسول
الله صلى الله عليه وسلم قالوا فلم فوالله ما
كنت بأكثرنا له تبعة ولا أقدمنا له صحبة قال
بلى قالوا فاعرض قال كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم إذا قام إلى الصلاة يرفع يديه حتى
يحاذي بهما منكبيه ثم يكبر حتى يقر كل عظم
في موضعه معتدلا ثم يقرأ ثم يكبر فيرفع يديه
حتى يحاذي بهما منكبيه ثم يركع و يضع
راحتيه على ركبتيه ثم يعتدل فلا يصب رأسه
ولا يقنع ثم يرفع رأسه فيقول سمع الله لمن
حمده ثم يرفع يديه حتى يحاذي منكبيه
معتدلا ثم يقول الله أكبر ثم يهوي إلى الأرض
فيجافي يديه عن جنبيه ثم يرفع رأسه و
يثني رجله اليسرى ويقعد عليها و يفتح
أصابع رجليه إذا سجد ثم يسجد ثم يقول
الله أكبر و يرفع و يثني رجله اليسرى فيقعد عليها
حتى يرجع كل عظم إلى موضعه ثم يصنع في
الأخرى مثل ذلك ثم إذا قام من الركعتين كبر
و رفع يديه حتى يحاذي بهما منكبيه كما كبر
عند افتتاح الصلاة ثم يصنع ذلك في بقية
صلاته حتى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم
أخر رجله اليسرى و قعد متوركا على شقه الأيسر
قالوا صدقت هكذا كان يصلي صلى الله عليه
وسلم

احمد بن حنبل ابو عاصم ضحاک بن مخلد۔ مسدد، یحیٰ، احمد عبدالحمید ابجعفر، محمد بن عمرو عطاء کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ص کے دس اصحاب کی موجودگی میں حضرت ابو سعید صاعدی سے سنا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے حضرت ابو حمید ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ص کی نماز کو میں آپ حضرات کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ کس طرح؟ جبکہ نہ آپ کو پیروی کرتے ہم سے زیادہ عرصہ گذرا اور نہ آپ نے صحبت کا شرف ہم سے زیادہ پایا۔ انہوں نے کہا کہ بات یہی ہے۔ سب نے کہا کہ بیان تو کیجئے کہا کہ رسول اللہ ص جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر تکبیر کہتے یہاں تک کہ ہر ہڈی سیدھی ہو کر اپنی جگہ قرار پکڑ جاتی۔ پھر قرأت پڑھتے، پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور برابر رہتے کہ سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ نیچے جھکاتے۔ پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر سیدھے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور اپنے بازوؤں کو کروٹوں سے جدا رکھتے پھر سر اٹھاتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے اور سجدے کے وقت پیروں کی انگلیوں کو کھلی رکھتے پھر دوسرا سجدہ کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مقام پر لوٹ جاتی۔ پھر دوسری

رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے جیسے نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی۔ پھر اپنی باقی نماز میں بھی اسی طرح کرتے یہاں تک وہ سجدے کرلیتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہے تو بائیں پیر کو باہر نکال لیتے اور بائیں پہلو پر جم کر بیٹھتے۔ سب نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا کیونکہ رسول اللہ ص اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَامِرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرُوا صَلَاتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فَذَكَرَ بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ...... الخ

محمد بن عمرو بن حلحلہ کا بیان ہے کہ عمرو عامری نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی مجلس میں تھا تو انہوں نے حضور کی نماز کا ذکر کیا۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ پھر اس حدیث کے بعض حصے ذکر کرتے۔

ابو داؤد کتاب الصلاۃ ح ۷۳۶۔

محمد بن عمرو بن حلحلہ کا بیان ہے کہ عمرو عامری نے فرمایا میں رسول اللہ کے اصحاب کی مجلس میں تھا تو انہوں نے حضور کی نماز کا ذکر کیا۔ حضرت ابوحمید ؓ نے فرمایا: پھر اس حدیث کے بعض حصے ذکر کرتے۔ ابوداؤد کتاب الصلاۃ ح ۷۳۶۔

جواب الف: اس اعتراض کا جواب صاحب نبوی نماز یوں دیتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے۔ کان یحیٰی بن سعید یضعفہ والثوری یضعفہ وقال النسائی فی کتاب الضعفاء لیس بالقوی۔ یحیٰی بن سعید محدث سفیان ثوری اور امام نسائی نے اس (عبدالحمید بن جعفر) کو ضعیف کہا ہے۔ (بحوالہ تہذیب التہذیب ج۶ص۱۱۲ نبوی نماز حصہ اول ص۳۶۷)۔

ب۔ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔ اس سند کا راوی محمد بن عمرو بن عطاء کب کہتا ہے کہ میں نے خود ابو حمید ساعدی سے سنا (دیکھیے اسناد میں) کب کہتا ہے میں نے عباس بن سہل الساعدی (عمرو بن العامری) کے واسطے سے ابو حمید سے یہ حدیث لی ہے۔ یعنی اس میں گڑبڑ ہے۔ نبوی نماز حصہ اول ص ۳۲۷۔

قارئین کرام اب ہم نے مکمل رفع الیدین کو ثابت کر دیا ہے۔ اور اعتراضات کے جوابات بھی انہی حضرات کے علماء اور آئمہ کی کتب سے حوالہ قلم کیئے ہیں۔ اب تحقیق کو مکمل کرنے کے لیئے پھر با ادب و احترام دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پہ سلام عقیدت پیش کرتے ہیں اور احادیث آئمۃ المعصومین علیہم السلام کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ

۱۔۳۴۳ مولائے متقیان امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً روایت

ہے کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سجدوں سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ دیکھیے فلک النجاۃ ج ۲ ص ۲۲۹ بحوالہ نصب الرایہ ص ۸۶۔

۲۲۳۔۲ عن امیر المؤمنین علیہ السلام فی قول اللہ عز وجل "فصل لربک وانحر" قال النحر رفع الیدین فی الصلوٰۃ نحو الوجہ۔ امیر المومنین علیہ السلام نے آیۃ مبارک "فصل لربک وانحر" کے متعلق ارشاد فرمایا "النحر" سے مراد نماز میں چہرے کے برابر رفع الیدین کرنا ہے۔

مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج ۱ ابواب تکبیرۃ الاحرام باب ۷ ص ۲۷۲ بحوالہ دعائم الاسلام۔

۲۲۴۔۳ المفضل بن الحسن الطبرسی فی مجمع البیان عن محمد بن مسلم وزرارۃ وحمران عن ابی جعفر وابی عبداللّٰہ علیہما السلام فی قولہ تعہ "وتبتل الیہ تبتیلا" ان التبتل ھنا رفع الیدین فی الصلوۃ۔ امام محمدباقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے آیۃ "وتبتل.." کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس سے نماز میں رفع الیدین مراد ہے۔

(مسند محمد بن مسلم کتاب الصلاۃ ح ۹ ۷۷۔۱۳۹ ص ۳۶۲۔ وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۱۳ من ابواب القنوت ج ۴ ص ۹۱۲)۔

۲۳۵۔۴ من لا یحضرہ الفقیہ باب کیفیۃ الصلوٰۃ ح ۹۱۵، فروغ کافی ج ۱ باب ۱۹ کتاب الصلاۃ ح ۲۲، مستدرک الوسائل ج اول ابواب افعال الصلوٰۃ باب ا ح ا میں عن حماد امام جعفر صادق علیہ السلام کی مکمل نماز لکھی ہے جس میں ارسال یدین اور مکمل رفع الیدین کا ذکر موجود ہے۔

باب نہم "قنوت"

فصل اول "کتب اہل سنت والجماعت سے بعض نمازوں میں قنوت"

۲۳۶۔۱ واخرج البخاری والبیھقی من طریق ابی قلابۃ عن انس قال کان القنوت فی الفجر والمغرب۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ "دعائے" قنوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں تھی۔ (حوالہ بعد میں)۔

۲۳۷۔۲ واخرج الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی والبیھقی عن البراء بن عازب قال ان رسول اللّٰہ(ص) کان یقنت فی الصبح والمغرب. رسول اللہ (ص) صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ دونوں نے لیئے دیکھیں: تفسیر الدر المنثور ج ۱ زیر تفسیر وقوموا اللہ قانتین ص ۳۲۲۔۳۲۳۔

۲۳۸۔۳ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں میں نے ایک روز ابو ہریرہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں تمہارے سامنے حضور (ص) کی سی نماز پڑھتا ہوں۔ ابو سلمہ کا بیان ہے کہ ابو ہریرہ ظہر عشا اور صبح کی نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیئے دعا اور کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم (اردو) ج اول باب ۲۳۱۔۲

ص ۱۵۹، امام نووی فی شرح صحیح مسلم ج اول ص ۲۳۷۔ اور امام ابن تمیہ نے منتقی الاخبار ج اول ح ۱۱۲۵ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ نیز دیکھیے۔ حدیقۃ الاظہار للعلامہ محمد داؤد راغب ج اول ص ۳۶۹۔ ا ابن حزم۔ المحلی مترجم علامہ احمد ویری ج ۳ ص ۱۸۹۔ فقہ الحدیث امام ناصر الدین البانی ترتیب و تالیف حافظ عمران ایوب ج اول کتاب الصلاۃ ص ۳۳۲ بحوالہ بخاری (۷۹۷) کتاب الاذان باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، احمد، (۲۔۳۳۷)، مسلم ابوداؤد (۱۳۴۰) نسائی ۲۔۲۰۲، دار قطنی ۲۔۳۸، بیہقی ۲۔۱۹۸۔ ۲۳۹۔۴ عن البراء بن عازب ان النبی (ص) کان یقنت فی صلاۃ الصبح والمغرب۔۔۔۔قال ابوعیسی حدیث البراء حسن صحیح۔

رسول اللہ (ص) صبح اور مغرب کی نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ج اول ابواب الصلوۃ باب ۲۸۹ ما جاء فی القنوت) فی صلوۃ الفجر ح ۳۸۳۔ ا، امام ابن تمیہ منتقی الاخبار ح ۱۱۲۱ اور ابن تمیہ نے بھی اسکو صحیح لکھا ہے فقہ الحدیث ج ا ص ۳۳۲ بحوالہ احمد ۴۔۲۸۵ مسلم ۳۰۵۔ ابوداؤد ۱۴۴۱۔ نسائی ۲۔۲۰۲۔ شرح معانی الآثار ۱۔۲۴۲۔ اور دار قطنی ۲۔۳۷۔

۲۵۰۔۵ تعلیقات سلفیہ فتاوی شیخ حسین ص ۱۵۸ کے حوالے سے علامہ محمد قاسم صاحب اپنی کتاب "حی علی الصلوۃ" ص ۵۲ پر لکھتے ہیں کہ دعائے قنوت کے وقت دعا کرنے والے کی طرح ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ یہ ابن مسعودؓ ابن عمرؓ انسؓ اور ابو

ہریرہؓ سے روایت ہے۔

۲۵۱۔۶ جماعت المسلمین کے بانی علامہ مسعود احمد صاحب کتاب "صلوٰۃ المسلمین" ص ۳۰۲ پہ لکھتے ہیں "کان القنوت فی المغرب والفجر" مغرب اور فجر کی نمازوں میں قنوت تھا (عن انسؓ)۔

نوٹ: اب ان روایات میں یہ نہیں کہ فلاں یا فلاں نماز میں نہیں تھا۔

اب آیئے ذرا سب نمازوں میں دیکھیں۔

فصل دوم "تمام نمازوں میں قنوت"

۲۵۲۔۱ حضرت براء بن عازبؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت (ص) ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے امام ابن حزم۔ المحلی ج ۳ ح ۴۲۷ ص ۱۹۰ (اردو) بحوالہ امام بیہقی ج ۲ ص ۱۹۸۔ دار قطنی ۲، ۳۸۔۲۵۳۔۲ امام ابن حزم اسی حدیث اور قنوت دوسری احادیث جو اسنے بیان کی ہیں کے متعلق کہتے ہیں۔ یہ سب روایات وہ نص ہیں جن پر ہم نے اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے۔ وللہ الحمد المحلی ج ۳ ص ۱۹۱۔

نوٹ: اب فیصلہ تو ہو ہی گیا کیونکہ امام اہل سنت نے برا ابن عازب کی روایت کو نص مان لیا ہے۔ یعنی رسول اللہ (ص) کی ہر نماز میں دعائے قنوت ثابت ہوگئی۔ اب مزید اثبات کے لیئے آگے مطالعہ کریں۔

۲۵۳۔۲ واخرج ابن ابی شیبہ ومسلم وترمذی وابن ماجہ عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ (ص) افضل الصلاۃ طول القنوت۔ امام ابن ابی شیبہ امام مسلم امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ افضل نماز وہ ہے جس میں قنوت لمبا ہو۔ دیکھیے اشعۃ اللمعات ج ۲ ح ۴۴۔ اور تفسیر الدار المنثور للامام سیوطی ج ۱ زیر تفسیر آیہ وقوموا للہ قانتین ص ۳۲۔ ۳۳۔

۲۵۴۔۳ واخرج الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی والبیہقی عن البرأ بن عازب قال کان رسول اللّٰہ (ص) لا یصلی صلاۃ المکتوبۃ الا قنت فیھا امام طبرانی امام دار قطنی اور امام بیہقی نے براءؓ بن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (ص) تمام فریضہ نمازیں قنوت کے بغیر نہیں پڑھتے تھے۔ (الدر المنثور حوالہ ایضا)۔

۲۵۵۔۴ قولہ علیہ السلام لما سئل ای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت. پیغمبر اسلام (ص) سے جب پوچھا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ تو فرمایا جس میں قنوت لمبا ہو۔ (امام رازی تفسیر کبیر) ج ۴ المسألۃ الاولیٰ "القنوت" زیر تفسیر آیہ وقوموا للہ قانتین ص ۱۵۳۔ ۲۵۶۔۵ بانی جماعت المسلمین مسعود احمد صاحب نے کتاب الصلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۴ بر حاشیہ ایک حوالہ لکھا ہے "صحیح مسلم باب

استحباب القنوت فی جمیع الصلوٰۃ" کہ دعائے قنوت تمام نمازوں میں مستحب ہے۔ اور یہی باب امام نووی کی شرح مسلم میں ہے۔ اور یہی باب امام مسلم نے قائم کیا ہے۔

حضرات اہل سنت والجماعت ہر نماز میں قنوت پڑھیں یا نہ پڑھیں خود جانے لا اکراہ فی الدین ہم نے صرف انکی کتب سے تمام نمازوں میں قنوت ثابت کر دیا ہے جس کو انکے آئمہ نے بھی قبول کیا ہے۔ آیئے اب دیکھیں کہ دعا قنوت نماز میں کب پڑھی جائے۔

فصل سوم "نماز میں قنوت کس وقت پڑھا جائے"

۲۵۷۔۱ عن عاصم قال سئلت انس عن القنوت قبل الرکوع اور بعد الرکوع فقال قبل الرکوع۔۔۔۔۔انس سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ فرمایا رکوع سے پہلے۔ مشکوٰۃ شریف مترجم عابد الرحمٰن کاندھلوی ج ۳ ح ۱۲۱۶۔۲ ص ۲۹۱۔

۲۵۸۔۲ صلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۹ میں یوں لکھا ہے "عن عاصم عن انس قال سئلۃ عن القنوت قبل الرکوع او بعد الرکوع فقال قبل الرکوع۔ بحوالہ صحیح مسلم۔ قنوت رکوع سے پہلے ہے۔

۲۵۹۔۳ وقنت عمر بعد الرکوع یرفع یدیہ وجھر بالدعا. عمر بن خطابؓ نے رکوع کے بعد قنوت کیا اور ہاتھوں کو بلند کر کے آواز سے دعا پڑھی۔

صلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۹ بحوالہ البیہقی وصححہ (اور اس کو صحیح کہا ہے)۔

۲۶۰۔۴ علامہ محمد صادق کھنڈیلوی نے قنوت بعد رکوع کے لیئے ابو ہریرہ کی دو روایتیں بحوالہ سنن نسائی لکھی ہیں۔ دیکھیے کتاب صلاۃ الرسول ص بر حاشیہ ص ۳۵۹۔۳۶۰۔

۲۶۱۔۵ (عن ابن عباسؓ) قنت رسول اللہ ص بعد الرکوع شہرا. رسول اللہ ص نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت کیا۔ فقہ الحدیث ص ۴۴۲۔

اب ہم نے حضرات اہل سنت والجماعت تمام مکاتب فکر کی کتب اور انکے آئمۃ سے تمام نمازوں میں رکوع سے پہلے اور بعد میں دعائے قنوت کا پڑھنا ثابت کردیا ہے۔ ایک متلاشیء حق کے لیئے لازمی ہے کہ بغیر تعصب کے ہر طرف نظر دوڑائے اور تحقیق مکمل کرے۔ تو آئیے تحقیق مکمل کرنے کے لیئے ایک مرتبہ پھر دلیز بضعۃ الرسول سیدہ عالم سلام اللہ علیھا پر باادب احترام سلام عقیدت پیش کریں اور محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کی احادیث کا مطالعہ کریں۔ تو بسم اللہ کیجئے۔

فصل چہارم ”محمد وآل محمد عؑ اور قنوت“

۲۶۲۔۱ عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ص اطولکم قنوتا فی دار الدنیا اطولکم راحۃ یوم القیمۃ فی الموقف.

پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا دنیا میں جس کا قنوت جتنا طولانی ہوگا توقف

کی جگہ پر قیامت کے دن اسکا سکون طولانی تر ہوگا (ثواب الاعمال عقاب الاعمال للشیخنا الصدوق فی ثواب فضل القنوت ح ۱)

۲۶۳۔۲ شیخ صدوقؒ فی الھدایۃ قال الصادق علیہ السلام ومن ترک القنوت متعمدا فلا صلاۃ لہ۔ صادق الحرۃ علیہ السلام نے فرمایا" اور جس نے عمداً قنوت ترک کیا اسکی نماز نہیں ہوتی"۔ (مستدرکؒ الوسائل نوری طبرسیؒ ج ۱ "ابواب القنوت" باب ۱ ح ص ۳۱۷۔)

۲۶۴۔۳ اسی مستدالوسائل ج اول ص ۳۱۸ پر دو باب ہیں "**باب استحباب القنوت فی الرکعۃ الثانیۃ من کل فریضۃ او نافلۃ حتیٰ رکعۃ الشفع قبل الرکوع وبعد القرأۃ الا الجمعۃ.** قنوت تمام فرض اور نوافل نمازوں میں دوسری رکعت میں (سورتوں کی) قرأۃ کے بعد رکوع سے پہلے سواء نماز جمعہ کے اس باب قنوت کے لیئے چار احادیث ہیں۔ ۱۔ بحوالہ فقہ الرضاؑ ۔۲۔ بحوالہ الشیخ محمد بن المشہدی ۳۔ بحوالہ دعائم الاسلام عن جعفر بن محمدؑ الغیبۃ (فضلین شاذانؒ) عن عبدالرحمان بن سمرۃ قال قال رسول ص۔ ۲ باب ۱۴ استحباب القنوت فی الرکعت الاولیٰ من الجمعۃ قبل الرکوع وفی الثانیۃ بعدہ۔ نماز جمعہ میں قنوت اول رکعت میں رکوع سے پہلے ہے اور دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہے۔ اسی باب میں امام علیہ السلام کی ایک ہی حدیث ہے جو بحوالہ فقہ الرضاؑ ہے۔

۲۶۵_۳ عن محمد بن مسلم قال قال (ابی جعفر ع) القنوت فی کل صلاۃ فی الفریضۃ والتطوع ۔قنوت تمام نمازوں میں ہے چاہے فرض چاہے سنت نماز ہو۔ (مسند محمد بن مسلم کتاب الصلاۃ باب القنوت فی الفیضۃ والنافلۃ ومتی ھو وما یجزی فیہ ح ۱۵ ج ۴ ص ۸۹۷۔

۲۶۶_۴ قال ابی عبداللہ علیہ السلام القنوت فی کل رکعتین فریضۃ اونافلۃ قبل الرکوع) ۔واجب اور نافلہ نمازوں کی دو رکعتوں میں رکوع سے پہلے قنوت ہے۔فروغ کافی شریف ج اول باب ۲۹ ح ۵۔

۲۶۷_۵ عن ابی جعفر علیہ السلام القنوت فی کل رکعتین فی التطوع والفریضۃ (ترجمہ گذر چکا ھے) مسند محمد بن مسلم بحوالہ تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ وصفتھا وشرح الاحدی وخمسین رکعت وترتیھا والقرأۃ ح ۳۳۶ ج ۲ ص ۹۰، وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۲ من ابواب القنوت ح ۳ ج ۴ ص ۸۹۸، استبصار باب السنۃ فی القنوت ح ۱۲۷۷ ج ۱ ص ۳۳۹.

۲۶۸_۶ عن باقر العلوم علیہ السلام ،قال القنوت فی کل الصلاۃ .....قنوت. تمام نمازوں میں ہے۔ کتاب ایضاح ۷۷ص ۳۶۲ بحوالہ

تہذیب الاحکام باب کیفیۃ الصلاۃ وصفتھا وشرح (ایضا) ح ۳۳۶ ج ۲ ص ۹۰،
وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۲ من ابواب القنوت الوتر ج ۱ ح ۱۳۱۴۔

۲۶۹۔۷ محقق اہلبیت عہ سید ہاشم توبلی بحرانی اپنی مسند کتاب "الانصاف" باب الحرۃ الرابع والسبعون نص ص ۱۲۹ ح ۵۴ لکھتے ہیں عن ابی مریم عبدالغفار بن القاسم (حدیث باقر العلوم علیہ السلام)۔۔۔۔فای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۲۷۔۸ محمد بن اسماعیل بن بزیع کا بیان ہے کہ میں نے امام علی الرضا علیہ السلام سے فجر اور وتر کی نمازوں میں قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھنی چاہیے۔(حوالہ بعد میں)۔

۲۷۱۔۹ فضل بن شاذان سے غریب الغربا علی بن موسیٰ الرضا (علیھما السلام) کی ایک حدیث ص ۲۵۷ تا ۲۶۹ لکھی ہے جس میں ص ۲۶۰ پہ لکھا ہے۔
"دعائے قنوت فجر ظہر عصر مغرب وعشا میں سنت واجبہ ہے (حوالہ بعد میں)۔

۲۷۲۔۱۰ فضل بن شاذان سے ص ۲۱۳ تا ۲۵۶ ضامن آہو امام ہشتم علیہ السلام سے کیئے گئے ۹۵ سوالات اور انکے متعلق امام علیہ السلام کے جوابات لکھے ہوئے ہیں جن میں ص ۲۲۸ پر ص ۳۰ اور جواب یہ ہے "رکعت اول میں قرأۃ سے

پہلے دعا پڑھی جاتی ہے (انی وجہت وجہی ۔۔۔۔) اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔ کیوں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیام ابتدا تحمید وتقدیس ورغبت وخوف سے قبل (قنوت) پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ قیام لمبا ہو جائے اور جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد شامل ہو جائیں۔ تینوں احادیث کے لیے دیکھیں الشیخنا الصدوق ؒ عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ مترجم محمد حسن جعفری۔

باب دہم "ذکر رکوع و سجود"

فصل اول "کتب اہل سنت والجماعت"

۲۷۳۔۱ عن عقبہ بن عامر قال لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول اللہ ص اجعلوھا فی رکوعکم. آیہ فسبح۔۔۔نازل ہوئی تو رسول اللہ ص نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں کہا کرو۔ فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوھا فی سجودکم. پھر جب سبح اسم۔۔۔۔۔۔۔۔(سورۃ اعلیٰ) نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجود میں کہا کرو۔

(سنن ابوداود ج ا کتاب الصلاۃ ح ۸۶۰ باب ۳۰۱)۔

امام ناصر الدین البانی کی تحقیق وافادات کے مطابق فقہ الحدیث مرتب حافظ عمران ایوب ج ا کتاب الصلاۃ ص ۴۱۷ پر اس حدیث عن عقبہ بن عامر کے لیے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

۲۷۳۔۲ عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ص اذا رکع احد کم فلیقل ثلاث مراۃ سبحان ربی العظیم وذالک ادناہ فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثا وذالک ادنا. ابن مسعودؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی ایک رکوع کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ کم سے کم ہے پھر جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور یہ کم سے کم ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ح ۸۷۷ باب ۳۰۴) نیز ابن ماجہ ج اول باب ۲۳۳ ح ۹۳۷۔ اس حدیث کے متعلق:

۱۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی جامع ترمذی باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود ح ۲۴۸ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حدیث ابن مسعودؓ کی سند متصل نہیں ہے۔ عون بن عبداللہ بن عتبہ نے ابن مسعودؓ سے ملاقات ہی نہیں کی (تو ان سے یہ حدیث کیسے روایت کی)۔

۲۔ فقہ الحدیث ج ا کتاب الصلوٰۃ ص ۳۱۶ پر لکھا ہے حدیث ابن مسعود۔۔۔ ضعیف ہے۔

۳۔ امام ابوداؤد۔ سنن ابوداؤد میں اس حدیث ابن مسعودؓ کے بعد لکھا ہے "قال ابوداؤد هذا مرسل عون لم یدرک عبدالله ۔ یہ حدیث مرسل ہے عون نے عبداللہ ابن مسعود کو نہیں پایا۔ (تو حدیث کس سے سنی اور بیان کیسے کی؟)

۴۔ حدیث مرسل۔ ضعیف حدیث کی قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ (ص) سے روایت کرے۔ فقہ الحدیث ج اول اصطلاحات نمبر ۵۲ ص ۵۰۔ یعنی ثابت ہوا کہ اسی تابعی عون نے ابن مسعود کو دیکھا تک نہیں۔ پھر

غلط بیانی کر کے بیچ میں ابن مسعودؓ کا نام لے کے نبی (ص) سے حدیث لے لی۔
حالانکہ اس حضرت نے نہ ابن مسعودؓ کو دیکھا نہ حضور (ص) کو۔

۵۔ حدیقۃ الاظہار للعلامہ محمد داؤد اول ص ۲۰۳ پر ہے "یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عون کی ملاقات حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں۔

۶۔ مشکوٰۃ شریف ج اول مترجم علامہ عابد الرحمٰن کاندھلوی میں حدیث ابن مسعود ح ۱۲۔۸۲۰ کے بعد لکھا ہے "اسکی اسناد متصل نہیں ہے عون ابن مسعود سے نہیں ملے۔

۳۔۲۷۴ عن عائشہؓ ان النبی ص کان یقول فی سجودہ ورکوعہ "سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبوح قدوس.... پڑھتے تھے. سنن ابو داؤد باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ ح ۸۶۳. فقہ الحدیث ج اول ص ۳۱۶ بحوالہ مسلم . ابوداؤد امام نسائی امام احمد .امام ابن خزیمہ اور امما بیھقی.

۳۔۲۷۵ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص اپنے رکوع اور سجدے میں بہت زیادہ یہ پڑھتے تھے۔

"سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی" فقہ

الحدیث ج ۱ ص ۲۱۶ بحوالہ۔ امام بخاری۔ صحیح بخاری۔ امام مسلم۔ صحیح مسلم۔ امام ابوداؤد۔ امام نسائی۔ امام ابن ماجہ۔ امام بیہقی۔ امام احمد۔

۲۷۶۔۵ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ وہ سجدوں میں یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ " اللّٰھم اغفر للزبیر بن العوام واسماء بنت ابی بکر۔ اے اللہ زبیر بن عوام اور اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کے گناہوں کو معاف فرمادے۔

(امام ابن حزم المحلی ج ۳ ص ۲۰۳ ترجمہ اردو مترجم غلام احمد حریری بحوالہ مصنف عبدالرزاق ۲۔۳۳۹ وابن ابی شیبہ ۲۔۳۳۲ مزید لکھتے ہیں ابن جریمؒ شافعیؒ مالک داؤد اور کئی دیگر آئمہ کرام کا بھی یہی قول ہے)۔

۲۷۷۔۶ عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ ص رکوع وسجدے میں یہ دعا پڑھتے "سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمة" فقہ الحدیث ج اول ص ۲۱۶ بحوالہ ابوداؤد۔ نسائی واحمد۔

اب ایک متلاشی حق کرے تو کیا کرے پڑھے تو کیا پڑھے کوئی کیا کرے کوئی کیا کہتا ہے کوئی کیا۔ پیغمبر اسلام ص کا طریقہ تو ایک ہی ہونا چاہیے۔ وہی طریقہ آل محمد کے پاس ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔ تو آیئے صحابہؓ کی خدمت میں ایک بار پھر چلیں۔ کہیں وہ ذکر مل جائے۔ پھر آئمہ اہل سنت سے پوچھیں۔ پھر اس کو طریقہ قرآن مجید سے ملائیں پھر آل محمد علیھم السلام سے پوچھیں۔ تاکہ یہ تحقیق بھی مکمل ہو جائے۔

۲۷۸۔ عن عقبہ بن عامرؓ۔۔۔۔ کان رسول اللہ اذا رکع قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلثا واذا سجد قال سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ ثلاثا۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو تین مرتبہ کہتے سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور جب سجدہ کرتے تو تین مرتبہ کہتے سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ۔ (ابوداؤد ج اول باب ۳۰۱ ح ۸۶۱)۔

اس حدیث کے متعلق:

۱۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف موثق مرسل مجہول نہیں کہا ہے بلکہ لکھا ہے "ھذہ الزیادۃ نخاف ان لاتکون محفوظۃ" یہ اضافہ ہے ہمیں خدشہ ہے کہ بات محفوظ نہ رہی ہو۔

۲۔ امام ابوداؤد کو اس حدیث پہ کیا خدشہ ہے۔ وہ زیادتی کیا ہے؟ اس کو علامہ ابو انس محمد یحیٰ گوندلوی اپنی کتاب "ضعیف اور موضوع روایات" میں ج ۷۰ ص ۲۲۸ میں لکھا ہے۔ وہ بحوالہ ابوداؤد مع عون المعبود ج ۱ ص ۳۲۶ لکھتے ہیں۔ ابوداؤد فرماتے ہیں خدشہ ہے کہ "وبحمدہ" کی زیادتی محفوظ نہیں۔

۳۔ امام ابوداؤد کے اس اعتراض پہ جواب۔

الف: وھذہ الطرق تعاضد فیردبھا ھذا الانکار ایماروی انکار زیادۃ بلفظ "وبحمدہ" من ابی داؤد بن صلاح۔ یہ اسانید ایک

دوسرے کی تقویت کرتے ہیں بس یہ انکار جو زیادتی بلفظ "وبحمدہ" پر ابوداؤد نے کیا ہے بیکار ہے۔ (امام شوکانی نیل الاوطار ج۲ ص۱۳۹)

ب۔ حقیقت جس کو نصب الرایہ ص۷۹ و نیل الاوطار ج۲ ص۱۳۹ نے لکھا ہے "کان رسول اللہ ص اذا رکع قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلاث مراۃ" جب رسول اللہ (ص) رکوع کرتے تھے تو تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم وبحمدہ" کہتے تھے۔ (رواہ دارقطنی، طبرانی، حاکم امام احمد)۔

ت۔ اہل حدیث کے عالم زبیر علی زئی کی تحقیق کی کتاب "نماز نبوی" ص۱۸۵۔۱۸۶ پہ ہے: ۲۔"سبحان ربی الاعلی وبحمدہ" میرا بلند پروردگار پاک ہے میں اسکی تعریف کرتا ہوں۔ (امام) ابن حبان اسے صحیح کہا ہے۔

یہی ذکر رکوع و سجود کی صحیح روایت ہے جس کے لیئے آئمہ اہل سنت نے بھی تصدیق کی ہے۔ کیونکہ "سبحان ربی الاعلی ربی العظیم" میں فقط تسبیح کا ذکر ہے اور "سبحان ربی العظیم وبحمدہ" اور سبحان ربی الاعلی وبحمدہ" میں تسبیح اور تحمید دونوں کا ذکر ہے۔ تو آیئے اب کلام اللہ مجید میں دیکھیں کہ تسبیح و تحمید ساتھ ہیں یا الگ ہیں؟

فصل دوم "قرآن مجید میں تسبیح و تحمید کا ذکر"

۱۔۱۳۲۱،۲۹۰تا۲۷۹ اکثر جگہ قرآن مجید میں تسبیح کا ذکر آیا ہے تو تحمید (حمد

باری تعالیٰ) سے پیوستہ ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ مجید میں ہے، ۱. ونحن نسبح بحمدک ۲. فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین ۳. فسبح بحمد ربک واستغفره ۴. وتری الملئکة حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربهم ۵. وان من شیء الا یسبح بحمده ۶. ویسبح الرعد بحمده ۷. وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ۸. خروا سجداً وسبحوا بحمد ربهم ۹. یسبحون بحمد ربهم ۱۰. یسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۱۱. وسبحوا بحمد ربهم ۱۲. والملئکة یسبحون بحمد ربهم.

اب کلام اللہ مجید سے تسبیح کے ساتھ تحمید کا ذکر ثابت ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ "سبحان ربی العظیم وبحمده اور سبحان ربی الاعلیٰ وبحمده" کے ذکر والی روایت ہی صحیح ہے۔

آب آیئے تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک بار پھر باادب، احترام دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پہ جبین عقیدت خم کر کے سلام عقیدت عرض کریں اور احادیث معصومین علیہم السلام کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ نہ وہ قرآن مجید سے جدا ہیں نہ قرآن انسے جدا ہے۔ تو بسم اللہ کیجئے۔

فصل سوم

" آئمۃ الھدی علیھم السلام کاذکر الرکوع والسجود"

۲۹۱۔۱ فقہ الرضا علیہ السلام وقل فی رکوعک بعد التکبیر اللّٰھم لک رکعت الی ان قال سبحان ربی العظیم وبحمدہ ثلاث مراۃ وان شئت خمس مراۃ وان شئت سبع مراۃ وان شئت التسع فھو افضل۔

رکوع میں تین بار "سبحان ربي العظيم وبحمدہ" کہو اگر چاہو تو پانچ مرتبہ کہو اگر چاہو تو سات مرتبہ کہو اگر چاہو تو نو مرتبہ کہو اور یہ ہی افضل ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۔ ابواب الرکوع باب ۲ ح ۶ ص ۳۲۲۔ ۲۹۲۔ ۲ صادق العترۃ علیہ السلام نے فرمایا رکوع میں تین مرتبہ "سبحان ربي العظيم وبحمدہ" اور سجدہ میں تین مرتبہ "سبحان ربي الاعلیٰ وبحمدہ" کہو۔ حوالہ ایضاح ۳ بحوالہ دعائم السلام)۔

۲۹۳۔۳ قال ابو جعفر علیہ السلام "اتدری ای شیء حد الرکوع والسجود؟" قلت "لا" . قال التسبیح فی الرکوع ثلاث مراۃ سبحان ربی العظیم وبحمدہ وفی السجود سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ ثلاث مراۃ...... باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا" کیا تو جانتا ہے کہ رکوع اور سجود کی حد کیا ہے؟" میں نے عرض کیا "نہیں" فرمایا رکوع میں تین بار

تسبیح "سبحان ربی العظیم وبحمدہ" ہے اور سجود میں تین بار تسبیح "سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ" ہے۔ فروع کافی شریف ج ا باب ذکر رکوع والسجود ج ا۔ استبصار ج اول ص ۱۶۵۔

۴۔۲۹۴ قال ابو جعفر علیہ السلام من قال فی رکوعه وسجودہ و قیامه "اللّٰھم صل علیٰ محمد وآل محمد" کتب اللّٰہ له ذالک بمثل الرکوع والسجود والقیام۔ جو شخص رکوع اور سجود اور قیام میں (ذکر اور قرأۃ کے بعد) کہے "اللّٰھم صل علیٰ محمد وآل محمد" تو اللہ تعالیٰ اسکے رکوع، سجود اور قیام کے مثل ایک اور ثواب عطا کرتا ہے۔ (یہی سبب ہے کہ مذہب آل محمد (ص) میں قیام رکوع و سجود میں قرأۃ اور ذکر کے بعد "الصلوٰۃ علیٰ محمد وآل محمد" پڑھتے ہیں)۔ دیکھیے ثواب الاعمال للشیخنا الصدوق ص ۷۵۔

باب یازدہم
سجدہ کے لئے جھکنا

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ نماز میں سجدہ میں جانے کے لیئے پہلے ہاتھ زمین پہ رکھتے ہیں بعد میں گھٹنے۔ آیئے اس مسئلہ پر بھی کتب اہل سنت والجماعت وکتب شیعہ سے تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے وہ روایات جو اس عمل کے خلاف پیش کی جاتی ہیں اوران کا ضعف۔

فصل اول: اعتراضی روایات

۳۹۵۔ا عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ ص اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ رکبتیہ. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے (زمین) پر رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ (ترمذی باب ۱۹۵ ج ا ح ۲۵۴ مشکوۃ ج ا ح ۱۲۔۸۳۸ نبوی نماز مؤلف علی محمد حقانی حصہ اول ص ۳۹۳)

اس حدیث کے متعلق علماؤ آئمہ اہل سنت والجماعت کے فتوے۔

ا۔ صاحب نبوی نماز ص ۳۹۳ لکھتے ہیں وقال الترمذی ھذا الحدیث حسن

صحیح علی شرط۔

افسوس کہ موصوف نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ میرے سامنے ترمذی شریف موجود ہے۔ جو کہ عربی اردو ہے۔ اس کا مترجم ہے علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی، اس کے ج ۱ ص ۱۹۶ باب ۱۹۵ ح ۲۵۴ عن وائل ہے اسمیں الفاظ یہ ہیں" قال ھٰذا حدیث غریب حسن"

صحیح بھی نہیں۔ حسن بھی نہیں۔ غریب حسن ہے۔ جب غریب حسن ہے تو قابل حجۃ کس طرح؟

۲۔ جناب شفیق الرحمٰن ۔ نماز نبوی ص ۱۸۰ زیر عنوان سجدہ کے احکام لکھتے ہیں۔ سجدہ میں گھٹنے سے پہلے رکھنے والی وائل بن حجر کی روایت کو امام دار قطنی، بیہقی اور حافظ ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔

۳۔ استاذ الحدیث ابو انس محمد یحیٰ نے اپنی کتاب "ضعیف اور موضوع روایات" میں ص ۲۳۶ ح ۲۳۷ میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

۲۹۶-۴ ترمذی حوالہ ایضاً میں امام ابو عیسیٰ ترمذی لکھتے ہیں ہمام نے یہ حدیث (اوپر والی عن وائل) عاصم سے مرسل روایت کی ہے۔ یعنی امام ترمذی نے عاصم کی روایت کو مرسل کہا ہے۔

اب مرسل کس حدیث کو کہتے ہیں؟ فقہ الحدیث تحقیق وافادیت محدث

المعصر علامہ البانی۔ اصلاحات میں نمبر۵۴ یہ ہے: مرسل ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر نبی (ص) سے روایت کرے۔

یعنی راوی عاصم، نبی (ص) سے ملے بھی نہیں اور کسی صحابہ سے پوچھا بھی نہیں۔ بس یونہی کہہ دیا کہ نبی (ص) یوں سجدہ میں جاتے تھے اور یوں اٹھتے تھے۔ یہ ہے مرسل حدیث اور ابوعیسیٰ ترمذی نے عاصم کی روایت کو مرسل کہا ہے۔ جو کہ بعض کتب میں ہے۔

۳۔۲۹۷ اذا سجد احدکم فلیبدأ بر کبتیہ قبل یدیہ (عن ابی ہریرہ)۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے لگائے۔

۱۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ اسمیں عبداللہ بن سعید راوی ضعیف اور متروک ہے۔ (صلوٰۃ المسلمین ص ۳۸۰ بحوالہ نیل الاوطار جزءدوم ص ۲۱۳)۔

۲۔ راوی عبداللہ بن سعید المقبری متروک ہے (احمد) متروک منکر الحدیث ہے (فلاس) متروک ذاہب الحدیث ہے (دار قطنی) ترک کردیا گیا ہے (بخاری) اس کا ایک مجلس میں مجھ پر جھوٹ ظاہر ہوا ہے (یحیٰی بن سعید مرعات ۱ج ۶۵۶) دیکھیے کتاب ضعیف اور موضوع روایت ح ۲۹۷ ص ۲۳۶۔

۴۔۲۹۸ (بیٹھتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لے (رواہ البیہقی

عن ابی ہریرہؓ)۔

ا یہ روایت قابل اعتماد نہیں کیوں؟ اس لیئے کہ یہ مرسل ہے۔

۲ علامہ مسعود احمد لکھتے ہیں" اس حدیث کی سند میں محمد بن عبداللہ راوی ہے جس کا ابوالزناد سے سننا ثابت نہیں۔ لھذا اسکی سند بھی مشکوک ہے۔

۳۰۰۔۵ انحط بالتکبیر حتیٰ سبقت (رکبتاہ قبل یدیہ عن انس راوہ الحاکم المستدرک) گھٹنے ہاتھوں پر سبقت کرتے۔ (صلوٰۃ المسلمین) ص ۳۸۳۔

اس حدیث لکھنے کے بعد صلوٰۃ المسلمین ص ۳۸۳ میں اس پر جرح میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں "اس حدیث کو امام ابو حاتم نے منکر کہا ہے امام دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔

۳۰۱۔٦ اذا یسجد تقع رکبتاہ قبل یدیہ واذا رفع رفع یدیہ قبل رکبتیہ (عن وائلؓ)۔

ا۔ علامہ گوندلوی کتاب "ضعیف اور موضوع روایات" ح ۴۵۷ ص ۲۳٦ پر لکھتے ہیں وائل کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں دراصل دونوں ایک ہیں راوی شریک بن عبداللہ مدلس اور ضعیف ہے۔ دار قطنی فرماتے ہیں شریک اس روایت میں منفرد ہے۔ جب یہ منفرد ہو تو قوی نہیں۔ بحوالہ دار قطنی ا ص ۳۴۵۔

یہ تھیں وہ روایات جو غیر شیعہ حضرات سجدہ میں جانے کے لیئے پہلے گھٹنوں

ٹیکنے اور اٹھنے میں پہلے ہاتھ اٹھانے کی خاطر پیش کرتے ہیں۔ جو سارے کی ساری ناقابل اعتماد ثابت ہوئیں۔

فصل دوم "پھر حقیقت کیا ہے"

۳۰۱۔ا محترم مسعود احمد صاحب صلوٰۃ المسلمین ص ۳۸۱ میں پہلی حدیث عن ابی بکرؓ لکھی ہے جو یہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہاتھوں سے ابتدا کرے۔ (رواہ الاثرم فی سنن۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص ۲۱۳)۔

حضرت ابو بکرؓ کی روایت کی ہوئی اس حدیث کو مسعود احمد نے نہ مرسل کہا ہے نہ مجہول نہ موثق نہ ضعیف نہ شاذ منقطع نہ معلق نہ معضل نہ متروک نہ منکر۔ کچھ بھی نہیں لکھا۔ بس جان چھڑا لی جناب نے لکھ دیا ہے "اس حدیث کی سند کا علم نہیں کیسی ہے"۔

ہم گذارش کرتے ہیں کہ جناب آپکے امام الاثرم اور امام شوکانی آپکے جید عالم تھے۔ ان دونوں نے حضرت ابو بکرؓ پر جھوٹ نہیں بولا آپکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ان دونوں نے حضرت ابو بکرؓ کے لیئے صحیح بات لکھی ہے۔ اگر اس بات پہ آپ مطمئن نہ ہوں تو لیجئے دوسرے خلیفۃ المسلمین عمر بن خطابؓ کے صاحبزادہ ابن عمرؓ کا عمل۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ اور ابو بکرؓ کے عمل میں تضاد نہیں

ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابن عمرؓ سب ایک ہی ہیں۔ سب کا عمل سب کا مکتبہ فکر ایک ہے۔

۳۰۲۔ وقال النافع کان ابن عمرؓ یضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ ابن عمرؓ (سجدہ میں جاتے وقت) اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے۔ یہ ترجمہ صحیح بخاری (اردو) مترجم مرزا حیرت دہلوی نے کیا ہے۔ ص ۱۸۳۔ بخاری طبع مصر ج اول باب یہوی بالتکبیر حسین یسجد ص ۹۳۔

ابن عمرؓ کے عمل کے متعلق علماء وآئمہ اہل سنت کے خیالات: ا۔ ''نماز نبوی'' ص ۱۸۰ ابر حاشیہ ۲۔ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں امام ابن خزیمہ ا۔ ۳۱۹ ح ۶۲۷ مستدرک ا۔ ۲۲۶ سے امام حاکم (امام) ذہبی اور امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

۲۔ اس کے لیئے فتح الباری ج اول ص ۳۳۹ میں ہے کہ اس روایت کو ابن خزیمہ اور طحاوی وغیرہ نے طریق عبدالعزیز دراوردی سے متصل روایت کیا ہے۔ اور وہ نافع سے اسی طرح کرتے تھے۔ بیہقی نے کہا اس کو عبدالعزیز نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پھر کہا۔ امام مالک کہتا ہے کہ یہ طریقہ خشوع نماز میں بہت اچھا ہے۔ اسی طرح امام اوزاعی نے کہا ہے (اس کے لیئے ---------- کہا ہے۔ مکمل کے لیئے فلک النجاۃ ج ۲ ص ۲۱۲)۔

۳۔ ابن عمرؓ کی اس روایت کو صلوۃ المسلمین ص ۲۷۸ پر چند حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے جو یہ ہیں: رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ جزء اول ص ۳۱۹، صححہ الحاکم والذھبی ومحمد ناصر الدین البانی التعلیقات للالبانی علی المشکوۃ جزء اول ص ۲۸۲ اور صلوۃ المسلمین نے یہ مکمل حدیث لکھی ہے جو یہ ہے۔

عربی چھوڑ کر فقط اکیس کیا ہوا ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ص بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اب مسعود احمد صاحب نے اس حدیث پہ کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ تو اب ہم گذارش کرتے ہیں کہ محترمین جب حضرت ابوبکرؓ بھی وہی بات کرے اور ابن عمرؓ بھی۔ تو اب تو مان لو کہ پہلے ہاتھ ٹیکنے ہیں پھر گھٹنے۔ بات تو ثابت ہوگئی ہے۔ آپ کے آئمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ تو اب ماننا ہی چاہئے اور انکار بیکار ہے۔

۳.۳۰۲ وعن ابی ھریرہ قال قال رسول ص اذا سجد احدکم فلا یبرک البعیر ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ. ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ کرے (یعنی اپنا سینہ زمین سے نہ ملائے اور جب سجدہ میں جھکے تو) اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب السجود وفضلہ۔ فصل ۲

ج ۳۲_۸۳۹، منتقی الاخبار امام ابن تمیمۃ باب ھیات السجود وکیف ھوی الیہ ۹۶۰
بحوالہ احمد وابوداؤد والنسائی، امام ابن حزم المحلی ج ۱۳ اسی حدیث عن ابی ہریرۃؓ کے حق
میں آئمہ، علماء، محققین اور محدثین اہل سنت کے تبصرے۔

۱۔ امام مالک، امام اوزاعی اور امام احمد نے ان سے ایک روایت کے
مطابق اور آئمہ حدیث کے ایک گروہ نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث پر عمل کیا ہے۔
اور زانوں سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعاۃ ج ۲ کتاب الصلوۃ
ابو ہریرۃؓ کی روایت کردہ اس حدیث کی شرح میں ص۔ ۲۵)۔

۲ حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق وتخریج۔ نماز نبوی ص ۱۸۰ پہ ہے" امام نووی
اور (امام) زرقانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے اور اسی صفحہ پر یوں بھی لکھا ہے، سجدہ
میں گھٹنے پہلے رکھنے والی وائل بن حجرؓ کی روایت کو (امام) دارقطنی، بیہقی اور حافظ ابن
حجر نے ضعیف کہا ہے۔ جب کہ ابو ہریرۃؓ کی ہاتھ پہلے رکھنے والی روایت صحیح ہے۔ اور
ابن عمرؓ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔۔۔۔۔۔ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کو (امام)
اوزاعی، مالک، احمد بن حنبل اور شیخ احمد شاکر وغیرھم نے اختیار کیا ہے۔ ابن داؤد نے
(بھی) کہا میرا رجحان حدیث ابن عمرؓ کی طرف ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں
صحابہ اور تابعین سے بہت سی روایات ہیں۔

۳ بلوغ المرام (ترجمہ) شرح الشیخ احمد حسن دہلوی ص ۱۱۰ پر یوں لکھا

ہے۔یہ حدیث عن ابی ہریرہؓ وائل سے مروی حدیث سے زیادہ قوی ہے۔بس ثابت ہوا کہ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر لگانا زیادہ راجح ہے۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ اصحاب الحدیث کا عمل حدیث ابوہریرہ پر ہے۔

۴۔ صلوٰۃ المسلمین ص ۲۷۷ پر ہے "امام عبدالحق اور علامہ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح کہا ہے"۔

۵۔ امام ابن حزم۔ المحلی ج ۳ ح ۳۰۷ ص ۱۷۴۔۱۷۵ ترجمہ اردو پر عن ابی ہریرہ حدیث لکھی ہے۔اوراس پر اچھا خاصا تبصرہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی لکھا ہے" اس کی سند صحیح ہے محمد بن عبداللہ بن حسن سے مراد نفس ذکیہ ہے اور وہ ثقہ ہیں"۔

ان اثبات کے بعد تحقیقات مکمل کرنے کے لیے ایک بار پھر دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام پر باادب واحترام جبین عقیدت خم کرکے سلام عرض کریں اور خانوادہ عصمت وطہارت کی احادیث کا مطالع کریں۔

فصل ۳

سجدہ میں جانے کے لیئے آئمۃ الہدیٰ علیہم السلام کا طریقہ

۳۰۲ تا ۳۰۶ ۳۰۲،۱ مستدرک الوسائل آغائے نوری طبرسیؒ ج اول ابواب السجود باب ۱ وضع الرجل الیدین عند

السجود قبل الرکبتین ورفع الرکبتین عند القیام قبل الیدیہ عدم وجوبہ.

اس باب میں ایک حدیث ابی الحسن الاول صلوٰۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث ابی الحسن موسیٰ (بن جعفر الکاظم) علیہما السلام کی اور حدیث جعفر بن محمد الصادق علیہما کی ہے جن میں سجدہ میں جانے کے لئے (زمین پہ) پہلے ہاتھ بعد میں گھٹنے ٹیکنے ہیں۔

۲۰۷۔۴ وفی الکافی فاذا اردت ان تسجد فارفع یدیک بالتکبیر و خر ساجدا وابدا بیدک فضعھما علی الارض قبل رکبتیک کافی شریف میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا جب تو سجدہ کا ارادہ کرے تو دونوں ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھا اور سجدہ کے لئے نیچے گر جا اور اس گرنے کو دونوں ہاتھوں سے شروع کر اس طرح کہ دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین پہ رکھ فلک النجات (عربی اردو) ج ۲ ص ۲۱۲، فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب ۲۷ قیام وقعود ج اص ۲۹۰۔

۲۰۸۔۵ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ج اول باب "نماز کی کیفیت ابتدا سے لے کر خاتمہ تک" ح ۹۱۵۔ ص ۱۲۷۔۱۲۶ میں صادق الحرۃ علیہ السلام کی نماز لکھی ہے "اور سجدہ میں گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین

پر رکھے"۔

۶۔۳۰۹ قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام اذا قمت من الرکعت فاعتمد علی کفیک وقل بحول اللّٰہ وقوتہ اقوم واقعد فان علی علیہ السلام یفعل ذالک ۔فرمایا صادق آل محمد علیہ السلام نے جب ایک رکعت ختم کر کے اٹھو تو اپنے ہاتھوں پر سہارا دو اور کہو "بحول اللہ وقوتہ اقوم واقعد" اور فرمایا کہ مولائے متقیان صلوٰۃ اللہ علیہ ایسا ہی کرتے تھے۔ فروع کافی ج ۱ ب ۲۸ ح ۱۰ ص ۲۹۳۔

۷۔۳۱۰ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسی ج اول کتاب الصلاۃ ابواب السجود باب ۱۱ " انہ یستحب ان یقول عند القیام من السجود ومن تشھد بحول اللّٰہ وقوتہ اقوم واقعد والرکع واسجد ویکبر" میں بھی کافی شریف کی طرح حدیث بحوالہ فقہ الرضاع لکھی ہے۔

۸۔۳۱۱ عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام قال اذا قام الرجل من السجود قال: بحول اللّٰہ اقوم واقعد. دیکھیئے : مسند محمد بن مسلم کتاب الصلاۃ ح ۴۹۷ بحوالہ تھذیب الاحکام باب "کیفیة الصلاۃ وصفتھا وشرح الاحدی وخمسین رکعت وترتیبھا والقرأۃ"

ح ۳۲۱ ج ۲ ص ۸۷. وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ باب ۱۳ من

ابواب السجود ح ۲ ج ۳ ص ۹۶۶.

الحمدللہ علی احسانہ کہ ہم نے صلوٰۃ المتقین میں ہر مکتبہ فکر سے نماز میں سجدہ

کے لیے جھکنے اور اٹھنے کا طریقہ بھی ثابت کردیا۔ شکراللہ

باب دوازدہم "اعضائے سجدہ"

فقہ جعفریہ میں اعضائے سجدہ سات ہیں۔ پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے انگوٹھوں کی چوٹیاں۔ ناک کی چوٹی مستحب ہے۔ آیئے اس مسئلے کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔

فصل اول کتب غیر شیعہ

۱۔۳۱۲ عن عباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول الله ص يقول اذا سجد العبد سجد معه سبعة اراب وجهه وكفاه و ركبتاه وقدماه۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے مروی ہے آپ نے حضور (ص) پاک سے سنا آپ ص فرماتے تھے کہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو اسکے سات اجزا سجدہ کرتے ہیں پیشانی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ (سنن نسائی ج اول باب السجود علی القدمین ص ۳۳۸۔ سنن ابن ماجہ ج اول باب ۳۲ "السجود" ح ۹۳۲۔ ص ۲۶۵)۔

۲۔۳۱۳ سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب ایضاً میں عن ابن عباس ہے جس میں بھی ان سات اعضائے سجدہ کا ذکر ہے۔

۱۵_۳۱۴_۴،۳ سنن ابوداؤد ج ا ب ۳۰۶ اعضا سجدہ ح ۸۸۱_ا ص ۳۴۸ ح ۸۸۲_۲_عن ابن عباس ہیں جن میں انہیں سات اعضائے سجدہ کا ذکر ہے۔

۳۱۶_۵ امام نسائی کی سنن نسائی کی عن عباس بن عبدالمطلب ع والی حدیث جامع ترمذی شریف باب ۱۹۹ "ماجاء فی السجود علی سبعۃ اعضاء"۔ ح ۲۵۸_ا ص ۱۹۸ پہ لکھی ہے۔ اسکے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں اس باب میں عن ابن عباس والی ہریرہ وجابر والی سعید روایات مذکور ہیں۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عباس حسن صحیح ہے اور علماء کا اسی پر عمل ہے۔

۳۱۷_۶ عن ابن عباس دونوں احادیث صحیح مسلم (اردو) ج اول باب ۷۹ اص ۱۱۵، ۱۱۶ ح ۴۳۵، ۴۳۶ میں بھی لکھی ہیں۔

۳۱۸_ا حضور انورص فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعظم ۔۔۔۔۔ الحدیث (متفق علیہ)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں سے سجدہ کروں۔۔۔۔۔ دیکھیے۔

صلوۃ الرسول ص ۲۴۷. (نماز نبوی ص ۱۸۱ بحوالہ بخاری صفة الصلاة (الاذان) باب السجود علی الانف ح ۸۱۲ ومسلم "الصلاۃ" باب اعضاء السجود ح ۴۹۰).

قارئین حضرات تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے ایک بار پھر باادب واحترام

دہلیز سیدۂ عالم علیہا سلام کا سلام کرتے ہیں اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی روایات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فصل دوم

اعضا سجدہ کے متعلق فرامین معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۳۱۹۔۱ (صادق الحرۃ صلوٰۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھی) اور آٹھ اعضاء سے سجدہ کیا پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور ناک، ان میں سات تو فرض ہیں اور ناک کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔ الحدیث (عن حماد بن عیسٰی) من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) ح ۹۱۵ ص ۱۶۷ ج اول۔ یہ ہی حدیث فروع کافی ج اول باب ۱۹ ح ۶ ص ۲۶۹ پر موجود ہے۔

۲.۳۲۰ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسیؒ ج اول ابواب السجود باب ۴ ح ۱ ص ۳۲۷ میں فرمان رسول اللہ ص لکھا ہے کہ اعضاء سجدہ سات ہیں " **الوجہ والیدین والرکبتین والرجلین**"۔

۳۲۱۔۳ اسی کتاب کے اسی باب میں بحوالہ فقہ الرضاؑ ح ۲ ہے" **والسجود علیٰ سبعۃ اعضا علی الجبھۃ والیدین والرکبتین والا بھا میں من القدمین** (ترجمہ گذر چکا ہے)۔

۱۰،۲۸۲ اور اسی کتاب کے اسی ھی باب میں ح ۳ میں

بحوالہ عوالی اللئالی اسی طرح کی حدیث رسول ص ہے۔

۲۲۵. ۳ قال ابو جعفر علیہ السلام قال رسول اللّٰہ ص السجود علی سبعۃ اعظم الجبہۃ والیدین والرکبتین والابہامین و ترغم بانفک ارغاما. اما الفرض فہذا السبعۃ واما الارغام بالانف فسنۃ من النبی ص (خلاصہ الفقہ محقق طہرانی ج ۱ کتاب الصلوٰۃ من خلاصۃ الحقائق ص ۲۳۶) ترجمہ گذر چکا ہے۔

باب سیزدہم مقام سجدہ (سجدہ گاہ)

طریقہ آل محمدؑ میں سجدہ صرف اور صرف سجدگاہ پہ کیا جاتا ہے۔ اور سجدہ گاہ سب سے بہتر ہے کہ مٹی کی ہو، ورنہ لکڑی کی ورنہ کھجور کے پتوں کی چٹائی کی ورنہ کسی درخت کا پتہ ہو۔ جو چیزیں کھانے اور پہننے کے استعمال میں آتی ہیں ان پہ سجدہ کرنا صحیح نہیں آیئے اس مسئلہ پر بھی کتب فریقین سے تحقیق کریں۔

فصل اول ''کتب اہل سنت والجماعت''

۱۔۳۲۶ عن ابی سعیدؓ انہ دخل علیٰ رسول اللّٰہ ص فوجدہ یصلی علی حصیر یسجد علیہ. حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ص کے پاس آئے تو آپ کو حصیر (کھجور کے پتوں کا بنا ہوا چھوٹا مصلی) پر نماز پڑھتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (مسند امام اعظم باب ۵۲ ''الصلوۃ علی الحصیر'' ح ۱۲۳۔۱)۔

۲۔۳۲۷ عن میمونہ قالت کان النبی (ص) یصلی علی الخمرۃ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ص) خمرہ پہ نماز پڑھتے تھے (صحیح بخاری طبع مصر ح ۱ باب الصلاۃ علی الخمرۃ ص ۵۱ . بخاری اردو اول ج اول پ

۲ کتاب الصلاۃ باب خمرۃ پر نماز پڑھنا درست ہے)۔ ج ۳۶۷ ص ۱۰۳

۳۲۸ .۳ عن ابن عباس قال کان رسول اللّٰہ ص یصلی علی الخمرۃ و فی الباب عن ام حبیبۃ و ابن عمر وام سلمۃ و عائشۃ ومیمونۃو ام کلثوم بنت ابی سلمہ بن عبدالاسدولم تسمع من النبی ص قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح وبہ یقول بعض اھل العلم وقال احمد و اسحٰق قد ثبت عن النبی ص الصلوٰۃ علی الخمرۃ قال ابو عیسیٰ والخمرۃ ھو حسیر صغیر۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ص ''خمرۃ'' پر نماز پڑھتے تھے۔ اس باب میں حضرت ام حبیبہؓ، ابن عمرؓ، ام سلمہؓ، عائشہؓ، میمونہؓ، ام کلثوم بنت ابی سلمۃ بن عبدالاسد سے بھی روایات مذکور ہیں۔ اور ام کلثوم کو آنحضرت ص سے سماع حاصل نہیں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماً کا بھی یہ قول ہے، امام احمد امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت ہے کہ حضور ص ''خمرۃ'' پر نماز پڑھتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ خمرہ (سجدہ کرنے کے لیئے) چھوٹے سے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی ج اول باب ۲۳۱ ''ماجاء فی الصلاۃ علی الخمرۃ'' ج ۳۱۴۔۱)۔

۳۲۹ .۴ ان قوما من اھل العلم اختاروا الصلاۃ علی

الارض استحباباً۔ تحقیق علماً کی ایک جماعت نے زمین (مٹی) پر نماز پڑھنے (سجدہ کرنے) کو اچھا سمجھا ہے۔ (جامع ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الحصیر)۔

۳۳۰۔۵ سنن ابوداؤد شریف ج اول کتاب الصلاۃ باب ۲۳۹ الصلاۃ علی الخمرۃ میں حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص خمرہ پر سجدہ دیتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ج اول باب ۲۸۶ "الصلاۃ علی الخمرۃ" میں بھی عن میمونہ لکھا ہے۔ نیز صحیح مسلم باب ۲۲۷ ح ۶۱۷ ج اول ص ۱۵۶ میں بھی یہی حدیث موجود ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے "خمرۃ" کیا ہے خمرۃ کس چیز کو کہتے ہیں؟

قال ابو عیسیٰ والخمرۃ ھو حصیر صغیر ۔سجدہ کرنے کے لیئے خمرہ چھوٹے سے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی کا حوالہ گذر چکا ہے)۔

۳۳۱۔۶ سنن نسائی ج اول باب "الصلاۃ علی الخمرۃ" ص ۲۲۶ پر موجود ہے جس کا ترجمہ جناب مولوی دوست محمد شاکر صاحب اور جناب حافظ مولوی عبدالستار قادری صاحب نے کیا ہے۔ وہ دونوں علماً صاحبان "الصلوٰۃ علی الخمرۃ" کے معنی کرتے ہیں "سجدہ گاہ پر نماز پڑھنا" یعنی انکی کی ہوئی معنی کے مطابق خمرۃ۔سجدہ گاہ۔ اسی باب میں ہے: عن میمونۃ ان رسول اللہ ص کان یصلی علی الخمرۃ. اور اسکا ترجمہ یوں کیا ہے: حضور نبی کریم ص سجدہ گاہ پر نماز ادا فرماتے۔

۳۳۲ تا ۳۳۵ _ ۳۳۱ شیعہ عالم علامہ حائریؒ نے اپنی کتاب فتوائے

حائری حصہ سوم میں غیر شیعہ کتب سے تین حوالے لکھے ہیں:

ا۔ قسطلانی نے شرح بخاری باب الصلاۃ فی السطوح والمنبر الخشیب میں

ابن مسعود و ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ دونوں جب کشتی میں سوار ہوتے تھے تو ایک

ایک (پکی مٹی کی) اینٹ سجدہ گاہ کے لیئے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

۲۔ اور خمرہ کا معنی "تیسیر الوصول فی جامع الاصول" میں یہ لکھا ہے کہ وہ

ہتھیلی کے برابر سجدہ گاہ ہے۔ اور امام جوہری نے لکھا ہے کہ خمرہ چھوٹے مصلے کو کہتے

ہیں اور اگر بڑا ہو جس پر نمازی کا سارا جسم آ سکے تو اسے حصیر کہتے ہیں۔ اور امام خطابی

نے کہا ہے "جو سجدہ گاہ منہ کے برابر ہو اسکو "خمرہ" کہتے ہیں۔

۳۔ اور مصباح المنیر ص ۱۱۳ میں ہے کہ جو سجدہ گاہ منہ کے برابر ہو اسے

"خمرہ" کہا جاتا ہے۔

ابتک کتب اہل سنت والجماعت سے نبی کریم ص کا "خمرہ" "سجدہ گاہ" پہ

سجدہ ثابت کیا گیا۔ آیئے اب ذرا آگے بڑھیں کیا کپڑے پہ سجدہ کسی خاص مجبوری

کے تحت کیا جاتا تھا...........؟

فصل دوم "کپڑے پر سجدہ"

۳۳۶ . ا عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ص

فیضع احدنا طرف الثواب من شدة الحرفی مکان السجود.

جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ص کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے کوئی ایک گرمی کی شدت سے سجدہ کی جگہ کپڑے کا کنارہ بچھالیتا تھا۔ (صحیح بخاری طبع مصرج ۱ باب ۱۵ السجود علی الثواب فی شدۃ الحر" ص ۱۵)۔

اب گرمی کتنی ہو؟

۴_۳۳۷ صحیح مسلم شریف مترجم آغا رفیق مرزا میں ح ۵۷۵ ص ۱۳۶ یہ ہے: انسؓ کہتے ہیں کہ ہم سخت گرمی کے دنوں میں حضور ص کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے جو شخص (ریت کے گرم ہونے کے سبب) اپنی پیشانی زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ (اسی سخت مجبوری کی سبب سے) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا تھا۔

یہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عمل تھا۔ کہ سخت مجبوری میں کپڑے پر سجدہ کرتے تھے (ورنہ نہیں)۔ لیکن خود حضور ص کا کیا عمل تھا؟

۴_۳۳۸ اسی صحیح مسلم شریف میں ح ۵۷۴ یہ ہے: خبابؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریت کے گرم ہونے کی شکایت کی (یعنی یہ عرض کیا کہ ریت گرم ہوتا ہے اور اس پر سجدہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے)۔

حضورؐ نے ہماری شکایت کی پرواہ نہ کی۔ اس حدیث کے راوی زہیر کا بیان ہے میں نے ابو اسحٰق راوی سے دریافت کیا کہ کیا یہ شکایت نماز ظہر کے لیے تھی؟ ابو اسحٰق نے کہا "ہاں" زہیر کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا جلدی نماز پڑھ لینے کا سبب ریت کی گرمی کی شکایت کی تھی؟ انہوں نے کہا "ہاں"۔

مسلم شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضورؐ شدید گرمی کی حالت میں بھی زمین (ریت۔ مٹی) پہ سجدہ کیا کرتے تھے۔

۳۳۹۔۴ ترمذی شریف میں بھی انس بن مالکؓ کی حدیث گرمی سے بچنے کے لیے کپڑوں پر سجدہ کرتے جو موجود ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مزید فرماتے ہیں "اس باب میں جابر بن عبداللہ اور ابن عباس سے بھی روایات منقول ہیں۔ حضرت وکیع نے اسے خالد بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے (جامع ترمذی ج اول باب ۴۰۵ ذکر من الرخصۃ فی السجود علی الثوب فی الحر والبرد ۵۶۶ص ۳۳۸)۔

۳۴۰۔۵ سنن ابوداؤد میں انس کی اسی حدیث میں اور مزید وضاحتی الفاظ موجود ہیں جو یہ ہیں: "لم یستطع احدنا ان یمکن وجھه من الارض بسط ثوبه فسجد علیه" (اتنی شدید گرمی ہوتی تھی) کہ ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی زمین پہ پیشانی رکھنا ناممکن ہو جاتا تھا تو کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرلیا

کرتے۔ باب ۳۳۱ "الرجل یسجد علی ثوبہ" ح ۶۵۵ ۔ا ص ۲۷۷۔

۳۳۱۔۶ اور سنن ابن ماجہ میں عن انس حدیث میں الفاظ اس طرح ہیں:

"فی شدۃ الحر فاذا لم یقدر احدنا ان یمکن جبھتہ بسط ثوبہ فسجد علیہ" (سخت گرمی کی وجہ سے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے کی قطعاً طاقت نہ رکھتا ہو کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا)۔ باب ۲۸۷ "السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ح ۱۰۸۱ ۔۳ ص ۳۰۰۔

۳۳۲۔۷ جناب انسؓ کی حدیث سنن نسائی ج اول کتاب الصلوۃ باب "السجود علی الثیاب" ۳۳۲ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔

۳۳۳۔۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت انسؓ کی حدیث کو متفق علیہ لکھا ہے۔ اور اسی کی شرح میں لکھتے ہیں "تا کہ پیشانی نہ جلے۔۔۔۔۔۔ صحابہ کرام اکثر و بیشتر خاک پر سجدہ کرتے تھے اور جب بھی زمین سخت گرم ہوتی تو سجدہ کی جگہ کوئی چیز بچھا لیتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات مترجم مولوی محمد سعید احمد نقشبندی ج ۲ ح ۵۳۲ ۔۳ ص ۳۱)۔

قارئین کرام اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام سخت مجبوری کی حالت میں کپڑے پہ سجدہ کرتے تھے ورنہ مٹی پہ سجدہ کیا کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ ص مٹی پہ ہی سجدہ کرتے تھے۔

فصل سوم مٹی (زمین) پر سجدہ

پچھلے دونوں فصلوں میں اگر غور کیا جائے تو مٹی پہ سجدہ تو ثابت ہو گیا ہے۔ پھر بھی مزید اطمینان کے لئے مطالعہ کرتے ہیں۔

۳۴۴۔۱ رسول اللہ ص عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے اس لئے کہ مسجد نبوی ص میں فرش نہ تھا۔ دیکھیے "نماز نبوی" ترتیب شفیق الرحمن۔ تحقیق و تخریج ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی ص ۱۸۳۔

۲.۳۴۵ عن البرآء بن عازب قال کنا نصلی خلف النبی ص فاذا قال سمع لمن حمدہ یحد احد منا ظھرہ حتیٰ یضع النبی ص جبھتہ علی الارض (متفق علیہ).

جناب براء بن عازبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ (صحابہ کرامؓ) نبی ص کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک پیٹھ نہ جھکاتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے۔ (بحوالہ بخاری و مسلم) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ باب "ما علی الماموم من المتابعۃ وحکم المسبوق" الفصل الاول ح ۱۰۶۸۔۱ ص ۴۳۳۔

۳.۳۴۶ یہ براء بن عازب کون تھے ؟ اسی اشعۃ اللمعات (اردو) (حوالہ ایضاً) میں اسی حدیث کے نیچے لکھا ہے "آپ مشہور صحابی ہیں۔ سب

سے پہلے جس غزوہ میں آپ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے۔ اس سے پہلے آپ چھوٹی عمر کے شمار ہوتے تھے۔ آپ جمل، صفین اور نہروان میں امیرالمومنین علی عہ کے ساتھ رہے۔ نوٹ یہ (عہ) کا نشان میں نے لگایا ہے اصل عبارت میں (رضہ) لکھا ہے۔ (مؤلف)۔

یعنی جناب براء بن عازبؓ چھوٹی عمر کے نہیں تھے۔ جنگ خندق سے لے کر وقت وفات تک رسول اللہ ص کے پیچھے نماز پڑھتے رہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ص مٹی پہ سجدہ کرتے تھے۔ بات تو ثابت ہوگئی پھر بھی آگے بڑھیں۔

۴.۳۲۷ عن عروہ بن الزبیر انہ کان یکرہ ان یسجد علی شیء دون الارض. عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ بغیر زمین کے کسی چیز پہ سجدہ کرنے کو مکروہ جانتا تھا۔ (نیل الاوطار امام شوکانی ۲ ص ۱۵)۔

۵.۳۲۸ عن ام سلمة قالت رای النبی ص غلاماً لنا یقال له افلح اذا سجد نفخ فقال یا افلح ترب وجهک (رواہ الترمذی) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا جس کا نام افلح تھا۔ وہ جب سجدہ میں جاتا تو پھونک مارتا (تاکہ مٹی اس کی پیشانی وغیرہ کو نہ لگے) آپ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا اے افلح خاک آلودہ کر اپنے منہ کو۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ مترجم مولوی عابد الرحمٰن

کان دھلوی ص ۲۴۴ ح ۹۴۷_۴۴)۔

۹ ۳۴ ۱۔ عن جابر قال کنت اصلی الظهر مع رسول الله ص فاخذ قبضة من الحصیٰ لتبرد فی کفی اضعها لجبهتی اسجد علیها لشدة الحر.

جناب جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ظہر کی نماز رسول اللہ ص کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ اور کنکریوں کی ایک مٹھی بھری ہوئی رکھتا تھا تا کہ ان پر سجدہ کروں اور گرم زمین سے آپ کو بچاؤں (بحوالہ ابوداود و نسائی) دیکھیے مشکوٰۃ شریف ایضاً ص ۳۲۵ ح ۹۳۵_۳۱۔

ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایات بعد تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک بار پھر باادب و احترام دلیز سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پر سلام عقیدت پیش کرتے ہیں اور فرامین آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی تلاوت کرتے ہیں۔

فصل چہارم "آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مقام سجدہ"

۱.۳۵۰ قال ابو عبدالله علیه السلام لا تسجد الا علی الارض اوما انبتت الارض الاالقطن والکتان. فرمایا ابو عبداللہ علیہ السلام نے سجدہ نہ کرو سوائے زمین کے یا جو چیز زمین سے اُگے سوائے روئی اور کتان

(س ن) کے تہذیب الاحکام ص ۳۲۲، فروغ کافی ج اول باب ۱۲۵ ح ا ص ۲۸۶۔

۲.۳۵۱ عن ابی جعفر علیه السلام قال قلت له اسجد علی الزفت یعنی القیر فقال لا ولا علیٰ ثوب الکرسف ولا علی الصوف ولا علیٰ شیء من الحیوان ولا علی الطعام ولا علی شیء من ثمار الارض ولا علیٰ شی من الریاش.

میں نے باقر العلوم صلوٰۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا میں رال پر سجدہ کروں؟ فرمایا "نہیں" اور نہ روئی کے کپڑے پر اور نہ اون پر اور نہ حیوان کے کسی حصہ پر اور نہ کھانے کی کسی چیز پر اور نہ پھلوں پر اور نہ بالوں پر اور نہ پروں پر (قیر۔ رال یہ ایک سیاہ قسم کا روغن ہوتا ہے) دیکھیے فروع کافی ج ا باب ۲۵ ح ۲ ص ۲۸۶۔ تہذیب الاحکام ج ا ص ۳۲۲۔

۳.۳۵۲ قال لا باس بالقیام علی المصلی من الشعر والصوف اذا کان یسجد علی الارض فان کان من نبات الارض فلا باس بالقیام علیه والسجود علیه فرمایا امام علیہ السلام نے کہ جو جانماز بالوں یا اون کی بنی ہوئی ہو وقت نماز اس پر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ سجدہ زمین پر ہو۔ اور اگر مصلی نباتات کا بنا ہوا ہو تو اس پر کھڑے بھی ہو سکتے ہیں ہے اور سجدہ بھی کر سکتے ہیں۔ (فروع کافی ج اول باب ۲۵ ح ۵ ص ۲۸۷، تہذیب الاحکام ص ۳۲۲)۔

۴.۳۵۳ عن ابی جعفر علیه السلام قال الجبهة کلها من قصاص شعر الراس الی الحاجبین موضع السجود فایما سقط من ذالک الی الارض جزاک مقدار الدرهم ومقدار طرفی الانملة.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا پیشانی پوری بال اگنے کی جگہ سے بھوؤں تک ہے یہ جاء سجدہ ہے اس میں سے بمقدار درہم اگر زمین سے لگ جائے تو کافی ہے اور درہم کی مقدار انگلیوں کے دو کناروں کے برابر ہے۔ فروغ کافی ج اول باب ۲۶ ح ا ص ۲۸۹۔

۵.۳۵۴ قال ابو عبدالله علیه السّلام السجود علی الارض فریضة قال لا تسجد علی الذهب والفضة . فرمایا صادق آل محمد علیہ السلام نے کہ زمین پہ سجدہ کرنا فرض ہے اور سونے اور چاندی پہ سجدہ نہ کرو۔ تہذیب ج ا ص ۳۲۲۔

۶.۳۵۵ قال ابو عبدالله علیه السلام السجود علی الارض فریضة ... فرمایا امام جعفر صادق صلوۃ علیہ نے زمین پہ سجدہ فرض ہے۔ فروغ کافی ۲۶ ح ۸ ص ۲۸۸۔ ایسی ہی ایک حدیث علل الشرائع باب ۴۲ ح ۲ میں عن الصادق علیہ السلام ہے اس میں ہے کہ زمیں پر سجدہ فرض ہے اور دوسری چیزوں پر سنت ہے۔

باب چہاردہم "استغفار بین سجدتین"

فصل اول "حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت"

۱۔۳۵۶ عن حذیفہؓ ان النبی کان یقول بین السجدتین رب اغفرلی رب اغفرلی نبی کریم ص دونوں سجدوں کے درمیان "رب اغفرلی" پڑھتے تھے (سنن ابن ماجہ ج ا باب ۲۳۶ ح ا)۔

یہ حدیث صحیح ہے تحقیق واقادیث وامام ناصر الدین البانی فقہ الحدیث ج ا ص ۳۱۸ ح ا۔

۵۸،۳۵۷۔۳،۲ عن ابن عباسؓ کان رسول اللہ (ص) یقول بین السجدتین فی الصلوۃ رب اغفرلی وارحمنی... اورعن عباس سنن ابوداؤد ج ا ب ۲۹۵ الدعا بین سجدتین میں بھی استغفار موجود ہے۔ اور یہی اشعۃ اللمعات الدعا بین سجدتین میں بھی استغفار بین السجدتین موجود ہے۔ اور یہی اشعۃ اللمعات ج ۲ ح ۳۳۔۸۴۰ میں بھی ہے۔ فقہ الحدیث ص ۳۱۸ پہ اس حدیث عن ابن عباس کو حسن لکھا ہے اور لکھا ہے کہ امام نووی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اور شیخ صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ بحوالہ المجموعہ ۳۔۴۱۴ والتعلیق علی الروضۃ الندیہ۔

۲۷۹ـ۳۵۹ـ۲ علامہ محمد صادق نے اس فصل کی پہلی حدیث حذیفہ کو کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۲۶۳ میں بحوالہ نسائی ودارمی لکھا ہے۔

اب استغفار بین السجدتین احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا۔ اب اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے ایک مرتبہ پھر باادب واحترام دہلیز سیدہ عالم علیہا سلام پر جبیں عقیدت خم کر کے سلام پیش کرتے ہیں اور خاندان عصمت وطہارت کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تو لیجئے بسم اللہ۔

فصل دوم فرامین آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام۔

۳۶۰ـ۱ فروع کافی شریف ج ۱ ب ۱۹ ح ۶ میں امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ کی مکمل نماز لکھی ہے جس میں ہے کہ آپ ؑ نے بین السجدتین پڑھا "استغفر اللہ ربی واتوب الیہ" ۔ نیز دیکھئے من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) باب نماز کی کیفیت ابتدا سے لے کر خاتمہ تک حدیث ۹۱۵ـ۱

"ثم رفع راسہ من السجدۃ" پھر امام علیہ السلام نے اپنا سر مبارک سجدہ سے اٹھایا" فلما استوىٰ جالساً قال اللہ اکبر" اور جب سیدھے بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا "ثم قعد علیٰ فخذہ الایسر وقد وضع ظاھر قدمہ الایمن علیٰ بطن قدمہ الایسر وقال استغفر اللہ ربی

واتوب الیہ ثم کبر وہ جالس وسجد السجدۃ الثانیۃ پھر بائیں ران پر بیٹھے اور دائیں پیر کی پشت بائیں تلوے کے اوپر رکھی اور فرمایا "استغفر اللہ ربی واتوب الیہ" پھر بیٹھے ہی تکبیر کہی اور دوسرا سجدہ بجالائے ------- وقال یا حماد ھکذا صل ۔اور فرمایا اے حماد اس طرح نماز پڑھ ۔دیکھیے اسلامی نماز ص ۲۵۱ بحوالہ حبل المتین ص ۲۱۱ و کافی ص ۱۸۱ ۔

باب پانزدہم "تشہد"

نماز میں تشہد پڑھنا اسلام کے تمام فرقوں میں ثابت ہے۔ اسمیں ایک بات ہے۔ وہ ہے "الشھادۃ الثالثۃ المقدسۃ فی الشھد" اس مسئلہ پر میں نے دو جامع کتابیں لکھی ہیں ا۔ جواز الشہادۃ الثالثۃ فی التشہد ۲۔ جاءالحق، انکا مطالعہ کریں۔ شکریہ۔ مزید کچھ اور:۔

قرآن مجید بنی اسرائیل آیہ ۱۱۰ میں ہے ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا، نہ تو اپنی نماز میں بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل آہستہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر۔

تفسیر آیت ولا تجھر بصلاتک

ا۔ اخرج ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویۃ عن عائشہؓ فی قولہ ولاتجھر بصلاتک قال نزلت فی المسئلۃ و الدعا (تفسیر الدر المنثور للامام جلال الدین سیوطی الجزء الخامس س الاسراء پ ۱۵ ص ۳۵۱) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ آیہ ایک مسئلہ اور دعا کے لئے نازل ہوئی ہے۔

۲۔ وعن ابی مجاھد قالت عائشہؓ فی الدعاء وروی ھذا

مرفوعا ان النبی ص قال فی ھذہ الآیۃ انما ذالک فی الدعاء والمسئلۃ لا ترفع صوتک۔۔۔ تفسیر کبیر للامام فخر الدین رازی ج ۲۱ ص ۷۱۔

ان آئمہ اہل سنت والجماعت سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ اس آیۃ میں حکم دعا اور ایک مسئلہ کے لیئے ہے۔ اب دعا تو کی جاتی ہے قنوت میں رہا مسئلہ۔ آیئے دیکھیں کہ نماز میں وہ مسئلہ کہاں پر ہے۔ جس کو حضرت عائشہؓ نے مسئلہ کا لفظ کہہ دیا۔

۳۔ ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیۃ تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر ابن کثیر (اردو) ج ۳ ص ۲۵۰۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ قول کس کا ہے؟

۴۔ واخرج ابن جریر والحاکم، و عن عائشہؓ قالت نزلت ھذہ الایۃ فی التشھد ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا، تفسیر الدر المنثور الجزء الرابع ص ۳۵۱۔

جناب عائشہؓ نے فرمایا کہ آیۃ تشہد کے لیئے نازل ہوئی۔ اب ماننا پڑے گا کہ وہ مسئلہ تشہد کا ہے۔ جس کو مسئلہ کہہ کر صیغہ راز میں رکھا گیا۔

وہ مسئلہ کیا ہے جو پردہ میں رکھا گیا؟

۴۔محمد بن الحسین عن النضر بن سوید عن خال بن حماد و محمد بن فضیل عن ابی حمزہ الثمالی عن ابی جعفر ع قال سئلت عن قول اللہ تعالیٰ، ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا... الآیۃ، قال تفسیرھا ولا تجہر بولایت علی ع ولا بما اکرمتہ بہ حتی آمرک بذالک، ولا تخافت بہا، یعنی ولا تکتمہا علیاً ع و اعملہ ما اکرمتہ بہ.

ان اسناد کے ساتھ دیکھیے کتاب: بصائر الدرجات الشریف للثقۃ الجلیل ابو جعفر محمد بن الحسن الصفار کان من اصحاب حسن العسکری ع) الجزء الثانی ح ۸ ص ۹۸۔۹۹ اور یہ حدیث بلا اسناد (فقط عن ابوحمزۃ الثمالی) کے لیے دیکھیے: تفسیر عیاشی الجزء الثانی پ۱۵ ص۳۲۲ بحوالہ تفسیر البرھان ج ۲ ص ۴۵۳، تفسیر الصافی ج۱، البحار ج۹ ص ۱۰۲۔

جناب (ثابت بن دینار، ابوحمزۃ الثمالی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر ع سے آیہ ولا تجہر بصلاتک۔۔۔ کی تفسیر پوچھی تو امام نے ارشاد فرمایا اس کی تفسیر یہ ہے کہ (اے رسول ص تو اپنے نماز کے (تشہد میں) ولایت علی ع کو آواز سے نہ پڑھ جب تک انکے متعلق آواز سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، ولا تخافت بہا، یعنی یہ علی ع سے نہ چھپا اور اسے بتادے جس عظمت سے میں نے

اے نوازا ہے۔ (یعنی اے رسول ولایت علی ع کو فقط ایسے آواز سے پڑھ کر تیری آواز علی ع سنے)۔

یہ صحیح الاسناد ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں تحقیق کے لیئے دیکھئے میری ہی کتاب جاء الحق ص ۱۲ تا ۱۵۔

اگر کسی محترم کے پاس، جاء الحق، کتاب نہ ہو تو دی گئی اسناد درج اسماً رواۃ پرکھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب الرجال کا مطالعہ کریں۔

ابوحمزۃ الثمالی، کتاب تعلیقہ اختیار معرفۃ الرجال المعروف برجال کشی ج ۳ ص ۴۵۸ رقم ۳۵۷۔ رجال النجاشی ص ۱۵ رقم ۲۹۶۔ نقد الرجال ص ۲۳ رقم ثابت ۱۳۔ مستدرک الوسائل نوری طبرسیؒ ج ۳ ص ۷۰۵۔ تنقیح المقال ج ۱ ص ۱۹۰ رقم ۱۳۹۵۔ سب میں ہے ثقہ عین ثقہ۔

محمد بن فضیل۔ نقد الرجال ص ۳۲۸ رقم ۶۴۳، رجال الطوسی ص ۲۹۷ رقم ۲۸۳۔ رجال البرقی رقم ۲۸۱،۱۲۵۳۔ اور صاحب خلاصۃ الاقوال رقم ۱۵۸۴ میں ہے یہ ضعیف تھے وکان من اصحاب الکاظم ع کیوں ضعیف تھے؟ یہ غالی تھے نقد الرجال اور تنقیح المقال ج ۳ رقم ۱۱۲۴۷۔ اب اگر یہ اسناد ایسے ہوتے النضر بن سوید عن محمد بن فضیل عن ابی حمزۃ الثمالی تو یہ حدیث ضعیف کہی جاتی لیکن اسکے اسناد یوں ہیں، النضر بن سوید عن خالد بن حماد و محمد بن فضیل عن

ابی حمزۃ الثمالی، اب اگر خالد بن حماد ثقہ ثابت ہوگیا تو محمد بن فضیل بھی اس حدیث کے اسناد میں صحیح سمجھا جائیگا، کیونکہ خالد اور محمد دونوں نے ابوحمزۃ الثمالی سے روایت کی ہے۔

خالد بن حماد یہ بن ماد تھے جس کو خالد بن حماد کہا گیا ہے نقد الرجال ص ۱۲۲ رقم ۱۲، ثقہ تھے تنقیح المقال ج ۱ ص ۳۹۳ رقم ۳۵۹۱، ثقہ تھے رجال النجاشی رقم ۳۸۸ ص ۱۳۹۔

نضر بن سوید۔ ثقہ نتائج التنقیح رقم ۱۲۳۶۸، ثقہ اور صحیح الحدیث تھے رجال نجاشی رقم ۱۱۴۷۔ اب یہ حدیث صحیح ثابت ہوئی۔ اب ماننا پڑے گا کہ تشہد کے جس مسئلہ کو پردہ و راز میں رکھا گیا ہے وہ ہے، الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ، (گواہی ولایت علی در تشہد۔ ایسی ہی ایک حدیث جناب جابر بن عبداللہؓ عن الباقر ہے جس میں بھی ولایت امیرالمومنین ع کا ذکر ہے۔ دیکھئے، جاء الحق ص ۱۶، ۱۷، ۱۸، بحوالہ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۳۳۲ بحوالہ الصافی۔ البحار ج ۹۔ ۱۰۲، البرھان ۲۵۳۲۔

۶۔ قال صادق العترۃ ع۔۔۔ اذا قال احدکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیرالمومنین (الاحتجاج طبرسیؒ طبع نجف اشرف ج اول ص ۹۵۔ تم میں سے کوئی بھی ایک جہاں بھی جب بھی توحید و رسالت کی گواہی دے تو فوراً

ولایت علی ع کی گواہی دے۔

اب دیکھا یہی وہ مسئلہ ہے۔ یعنی اقرار توحید اور رسالت کے فوراً بعد ایک مسئلہ باقی رہتا ہے اور وہ ہے اقرار ولایت علی اور اس حدیث کی صحت کے لئے دیکھئے جاءالحق ص ۱۷۔۱۸۔

۷۔ اوران تین گواہیوں کے لئے کچھ اور:

کلمة الشهادة سر الله في العالمين آية الله العظمیٰ امیر المؤمنین علی ع ابن ابی طالب ع: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله واشهد انا علی ع وصی رسول الله بمحمد یتیم الله النبوة وتم الوصیت وانا امیر المؤمنین۔

(سرالایمان المقرم والمصیحا طبع لبنان ص ۱۶۲۔ العزیؒ۔ الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ طبع قم المقدسہ ص ۱۸۳۔ روضۃ الواعظین وبصیرت المتعظین طبع نجف اشرف ج اص ۷۹)۔

۸۔ کلمۃ الشہادت صدیقۃ الکبریٰ مولاتی فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا:۔

اشهد ان لا اله الا الله وان ابی رسول الله و ان بعلی سید الاوصیاء و ولدی سادة الاسباط۔ (منتھی الامال ج اص ۲۵۰۔ الشہادۃ الثالثۃ المقدسہ ص ۱۸۶۔ امالی صدوق" المجلس السابع والثمانون ح ا، مشارق الانوار الیقین طبع بیروت

ص ۸۵، سرالایمان المقرم والمیحا ۱۶۳۔۱۶۲، القطرۃ ج ۲ ص ۲۶۳ الثاقب فی المناقب ص ۸۶ ح ۲)۔

۸۔ فی امالی صدوق" فی ذیل روایت طویلۃ من قول اللہ تعہ فی حق امیر المؤمنین ع ... وحجتی فی السموات والارضین علیٰ جمیع من فیھن من خلقی لا اقبل عمل عامل منھم الا بالاقرار بولایتہ مع نبوۃ احمد رسولی۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی میری مخلوق ہے امیر المؤمنین ع ان سب پر میری حجت ہے۔ میں ان میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل تب تک قبول نہیں کرونگا جب تک اس کے عمل میں میرے رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ص کی رسالت کی گواہی کے ساتھ ولایت علی ع کا اقرار شامل نہ ہو۔

دیکھیے: آغائی شیرازی، جزالشہادۃ الثالثۃ فی التشہد طبع قم المقدسۃ ص ۱۱، سرالایمان المقرم ص ۳۶۔ امالی شیخنا الصدوق" مجلس ۳۹ ص ۲۲۲۔

۱۰۔ عن الصادق جعفر بن محمد عن ابیہ عن آباء علیھم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حدثنی جبرئیل عن رب العزت جل جلالہ انہ قال: من علم ان لا الہ الا اللہ و حدی او ان محمد عبدی و رسولی و ان علی بن ابی طالب خلیفتی و ان الائمۃ

من ولده حججي ادخله الجنة برحمتي، نجيته من النار بعفوي، وابحت له جواري، واوجبت له كرامتي و اتممت عليه نعمتي من خاصتي وخالصتي ناداني لبيته وان سالني اعطيته و ان سكت ابتداته، وان اساء رحمته وان فرمني دعوته، و ان رجع الي قبلة وان قرع بابي فتحته: و ان لم يشهد ان لا اله الا انا وحدي أو شهد ولم يشهد أن محمد عبدي ورسولي، أوشهد بذلك ولم يشهد أن علي بن أبي طالب خليفتي، أوشهد بذلك ولم يشهد أن الائمة من ولده حججي فقد جحد نعمتي وصغر عظمتي، وكذب باياتي وكتبي، ان قصدني حجبته وان سالني حرمته و ان لم اسمع ده و ان دعاني لم أسمع دعاه و ان رجاني خيبته، وذلک جزاؤه مني وما أنا بظلام للعبيد... الحديث.

(کمال الدین للشیخ الصدوق ج ۱ ص ۲۵۸۔ الانصاف فی النص علی الامت اثنی عشر من آل محمد ص اشراف تالیف محدث سید ہاشم توبلی بحرانی ح اثلاثون و مائتان ص ۳۲۲،۳۲۳)

ترجمہ: جبرئیل ع نے خدمت رسول اللہ ص میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو علم ہے کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں علی ابن ابی طالب ع میرے خلیفہ ہیں اور ان کی اولاد سے جو آئمہ ع ہیں وہ میری حجت ہیں تو اس شخص کو میں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرونگا اور اپنے عفو سے اسکو دوزخ سے نجات دونگا، اپنے نزدیک ہونے کی اسے اجازت دونگا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریگا تو اس کی دعا قبول کرونگا۔ اگر مجھے مانگے گا تو عطا کرونگا۔ اگر خاموش رہیگا تو (اپنی عطائے رحمت میں سے) خود ابتداء کرونگا۔ اگر میرے پاس لوٹ کر آئے گا تو اسکی توبہ قبول کرونگا۔ اگر میرے در پر دستک دیگا تو دروازہ کھول دونگا۔ اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے عبد اور رسول ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اس کی اولاد میں آئمہ ع میری حجت ہیں تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور آیات اور کتب کا انکار کیا۔ پس اگر وہ میرا قصد کریگا تو میں حجاب ڈال دونگا۔ اگر سوال کریگا تو اس کو محروم رکھونگا اگر مجھے ندا دیگا تو اسکی آواز نہ سنوں گا اگر دعا کریگا تو اس کی دعا قبول نہیں کروں گا اگر مجھ سے امید رکھے تو اس کی امید کو قطع کروں گا۔ یہ میری طرف سے اس کے لئے جزا ہے اور

میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔۔۔

قارئین کرام اب آپ نے سمجھ لیا کہ تشہد کی وہ گواہی جسے مسئلہ کہہ کر چھپایا گیا وہ ہے، واشہدان امیر المومنین علیا واولادہ المعصومین حجج اللہ، ان احادیث کی مکمل صحت اور معترضین حضرات کے دلائل کے موثق مجہول ضعیف ہونے کے لئے میری ہی لکھی ہوئی کتاب، جاء الحق، کا مطالعہ فرمائیں۔ شکریہ۔ الحقر، رضا، عفی عنہ۔

باب شانزدھم "تکبیر سے نماز ختم کرنا"

شیعہ امامیہ خیر البریہ نماز سلام کے بعد تکبیر سے ختم کرتے ہیں آیئے اس مسئلہ کو بھی کتب فریقین میں دیکھتے ہیں۔

۳۶۱۔۱ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ص کی نماز کا اختتام تکبیر سے جان لیتا تھا۔ صحیح بخاری ج اول پ ۳ ح ۷۸۸ ص ۱۹۴۔

۳۶۲۔۲ عن ابن عباسؓ قال کان یعلم انقضاء صلوٰۃ الرسول بالتکبیر (متفق علیہ) (ترجمہ گذر چکا ہے) دیکھئے سنن ابوداؤد ج اب ۳۳۱ ح ۹۸۹ ص ۳۸۵۔

۳۶۳۔۳ عن ابن عباس کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ الرسول ص بالتکبیر۔ متفق علیہ ترجمہ گذر چکا ہے۔ دیکھئے اشعۃ اللمعات ج ۲ ب الذکر بعد الصلوٰۃ ف اح ۸۹۷۔ا۔

۳۶۴۔۴ ابن سیرین کہتے ہیں، ہو من تمام الصلوٰۃ، یہ متممات نماز سے ہے (یعنی نماز تمام ہوتی ہے آخری تکبیر کے رفع الیدین کے ساتھ، دیکھئے محدث گوندلوی التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لھا ناسخ ص ۳۱۔

۳۶۵_۵ سنت ہے کہ (نماز میں) سلام پڑھنے کے بعد تین تکبیریں کہتے ہیں اور ہر مرتبہ ہاتھوں کو محاذی کانوں کے بلند کرے۔

دیکھیے شیعہ کتاب جامع الجعفری ترجمہ جامع الرضوی ج ا کتاب الصلوٰۃ ص۸۹۔

۳۶۶_۶ پس جب تم نے سلام کرلیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ تکبیر کرلی تو پھر (تعقیبات میں) یہ کہا کرو............ پھر تسبیح سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پڑھو..........

(امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ) من لایحضرہ الفقیہ ح ۹۳۵۔

باب ہفتم دہم ''سجدہ شکر''

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ خیر البریہ میں کسی کو کوئی خوشی ہوتی ہے کوئی نیک خبر ملتی جاتی ہے، کوئی نعمت ملتی ہے تو بارگاہ رب العزۃ میں سجدہ شکر ادا کیا جاتا ہے۔

نماز جب ادا کی جاتی ہے تو تعقیبات کے بعد اس عظیم کی ادائگی پر رب العزۃ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ آیئے اس مسئلہ پر بھی تحقیق کرتے ہیں۔ فصل اول کتب اہل سنت والجماعت۔

۷۶۷۔ ا رسول اللہ ص نے سجدہ شکر ادا کیا، مولا علی ع نے سجدہ شکر ادا کیا حضرت ابوبکرؓ نے سجدہ شکر ادا کیا حضرت کعب بن مالک نے سجدہ شکر ادا کیا سب کی تفصیل کے لیئے دیکھیے: اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ج ۲ باب ''فی سجود الشکر'' ص ۷۱۳۔

۷۶۳۔ اور جناب مسعود احمد نے اپنی کتاب ''صلوۃ المسلمین'' میں ص ۲۳۲ پر ایک عنوان دیا ہے ''سجدہ شکر'' لکھتے ہیں: ''جب کوئی خوشی کی خبر سنے تو سجدہ شکر ادا کرے''۔ اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں '' کان رسول الله ص اذا جاء ه امر سرورا اویسرا بہ خرساجدا شاکر الله تعالی'' بحواله ابوداؤد والترمذی و سندہ حسن. التعلیقات ۱. ۳۷۲.

۳۶۹۔۳ رسول اللہ (ص) کے سجدہ شکر کا ذکر امام عبدالسلام ابن تمیہ نے اپنے کتاب "منتقی الاخبار" ج اول باب "سجدہ شکر" ص ۵۳۲ پہ کیا ہے۔ جس میں چار احادیث ذکر کی گئی ہیں ایک عن ابی بکرۃ دوسری ولفظ احمد تیسری عن عبدالرحمن بن عوف چوتھی عن بن ابی وقاص اور اہل سنت کے اسی امام صاحب نے ص ۵۳۳۔۵۳۴ پر جن سجود الشکر کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: (مولا) علی ع کا سجدہ شکر حضرت ابوبکرؓ کا سجدہ شکر اور کعب بن مالک کا سجدہ شکر۔

۳۷۰۔۴ امام حافظ محمد یوسف الکنجی الشافعی کفایة الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب باب الثامن والسبعون "فی ان النبی ص زوج علیاً فاطمة ع بامر اللہ تعالیٰ له بذالک" میں اس مقدس ترین نکاح کا بیان لکھتے ہیں۔ مولائے متقیان صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ پھر علی نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ادا کیا۔ ص ۲۹۹۔

۳۷۱۔۵ عبدالتواب اکیڈمی کی کتاب "دستور المتقی المعروف بہ صلوٰۃ النبی ص" ص ۱۰۱ فصل چہاردہم سجدہ شکر کے بیان میں ہے۔ اس میں سجود الشکر کا بیان ہے۔ ایک: بحوالہ بلوغ المرام امام ابن حجر عسقلانی باب "سہو وغیرہ" دوسرا: بحوالہ بلوغ المرام "باب الشکر" تیسرا: رسول اللہ (ص) کا سجدہ شکر۔ بحوالہ بلوغ المرام۔ چوتھا: نبی (ص) کا سجدہ شکر بحوالہ مسند امام احمد

ابوداؤد، مظاہر حق ص ۱۹۵۔

ان اثبات کے بعد انصاف کہتا ہے اصول کہتا ہے حق کہتا کہ تصویر کے دونوں رخ دیکھیں ریکارڈ کے دونوں رخ سنیں مقدمہ کے دونوں طرف جانچیں تو آیئے نہایت ادب واحترام کے ساتھ اہلبیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ کے دولت سراء پر حاضری دیں اور باادب واحترام دہلیز سیدہ، عالم اللہ پر جبیں عقیدت خم کر کے سلام مودۃ پیش کریں اور احادیث آئمۃ المعصومین صلوٰۃ اللہ علیہم کی تلاوت کریں۔

فصل دوم ''سجدہ شکر اور آل محمد علیہم السلام

۱۔۳۷۲ کتب الی الرجل فی سجدة الشکر مأة مرة شکراً شکراً وان شئت عفواً عفواً۔ باقر العلوم علیہ السلام نے ایک شخص کو لکھا کہ سجدہ شکر میں سو مرتبہ شکراً شکراً کہو اگر چاہو تو عفواً عفواً کہو۔ فروع کافی ا باب ۳۰ ح ۲۰۔

۲۔۳۷۳ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سجدة الشکر واجبة علی کل مؤمن تتم بھا صلوتک۔ سجدۃ الشکر ہر مومن پر واجب ہے تو اسکے ساتھ اپنی نما کو پورا کر'' وترضی بھا ربک'' اور اسکے ساتھ اپنے رب کو راضی کرو'' وتعجب الملئکۃ'' اور فرشتوں کو متعجب کر۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج اول ص۔۱۱۱)۔

۳۔۳۷۴ تہذیب الاحکام میں ایک طویل حدیث میں ہے ثم الصق خدک الایسر بالارض۔ پھر اپنے بائیں رخسارہ کو زمین پر رکھدے۔

نوٹ: سجدہ شکر میں فقہ جعفریہ میں سجدہ شکر میں پیشانی، دایاں رخسارہ پھر بایاں رخسارہ پھر پیشانی زمین پر رکھنا بہت روایات سے ثابت ہے۔

۴.۳۷۵ قال ابو عبدالله علیه السلام ایما المئومن سجد لله سجدة لشكر نعمة فى غير صلاة كتب الله له بها عشر حسنات ومحاعنه عشر سيئات و رفع له عشر درجات فى الجنان۔

فرمایا صادق آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ نے جو مومن نماز کے علاوہ بھی نعمتوں کے شکریہ کے لیے سجدہ شکر بجالائیگا تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ مٹائیگا اور جنت میں اسکے دس درجات بلند کریگا۔ (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال شیخنا الصدوقؒ ص ۷۶)۔

۵-۳۷۶ امام ضامن وثامن علی ابن موسیٰ الرضا (صلوٰۃ علیہما) کی پنجگانہ نماز کتاب عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۳۸۲، ۳۸۳ میں لکھی ہے۔ جس میں امام علیہ السلام کا نماز کے بعد سجدہ شکر کا ذکر ہے۔ جس میں ہے کہ امام علیہ السلام سجدہ شکر میں "۱۰۰" ایک سو مرتبہ شکراللہ کہتے تھے۔ اور امام علی الرضا کی سجدہ شکر کے متعلق ایک حدیث علل الشرائع باب ۷۹ ح ۱ میں بھی ہے۔

۷،۶،۳۷۷،۳۷۸ فروغ کافی ج اول باب ۴۴ ح ۱۲،۱۰ ص ۲۸۰ میں امام علی الرضا اور امام حسن العسکری علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نماز کے بعد سجدہ شکر لکھا ہے۔

باب ہشتم دہم "نماز جنازہ"

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ خیر البریہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ادا کرتے ہیں۔ آیئے اس مسئلہ کو بھی ہر مکتب فکر کی کتب میں ثابت کر دیتے ہیں۔

فصل اول

۱۔۳۷۹ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال کان زید بن ارقم یکبر علیٰ جنائزنا اربعا وانہ کبر علیٰ جنازۃ خمسا فسالناہ عن ذالک فقال کان رسول اللہ (ص) یکبرھا قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح وقد ذھب بعض اھل العلم الیٰ ھذا من اصحٰب النبی ص وغیرھم راو التکبیر علی الجنازۃ خمسا وقال فانہ یتبع الامام عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور ایک جنازے پر آپ نے پانچ تکبیریں کہیں۔ ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا (کہ یہ آپ نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کیوں دیں؟) تو فرمایا نبی (ص) پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

ابو عیسیٰ امام ترمذی کہتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض صحابہ کرام اور دوسرے علما کا یہی مسلک ہے کہ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں۔

امام احمد اور امام اسحاق کہتے ہیں اگر امام جنازہ پر پانچ تکبیریں کہے تو اسکے اتباع کی جائے جامع ترمذی ج ۱۔ ابواب الجنائز باب ۳۵۲" ماجاء فیمن کبر خمسا ح ۱۵۶۶ ۱، سنن نسائی کتاب الجنائز باب عدد التکبیر علی الجنازة ص ۲۱۳، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازة والصلوٰۃ علیھا الفصل الاول ح ۱۵۶۴۔۸، تعطیر الشام طبع لاہور ص ۱۰۰ بحوالہ مسلم والاربعہ، صحیح مسلم کتاب الجنائز ح ۱۵۶۴۔

فصل دوم فیصلہ ناطق

۳۹۰۔۱ وصفة الصلوٰة عليه ان يقوم الامام بحيث يكون الميت بينه وبين القبلة ويصطف الناس خلفه ويكبر اربع تكبيرات يدعو فيها للميت ثم يسلم و هذا ما تقرر في زمان عمرؓ و اتفق عليه جماهير الصحابة ومن بعدهم وان كانت الاحاديث مخالفة في الباب.

اور نماز جنازہ کا طریقہ یہ کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اسکے اور قبلہ کے درمیان ہو اور امام کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور امام چار تکبیرات کہے جن میں میت کے لئے دعا کرے پھر سلام پڑھے۔ اور وہ (چار تکبیریں) حضرت عمر کے زمانے میں مقرر ہوئیں۔ اور تمام صحابہ اور انکے بعد والوں نے اس پر اتفاق کیا اگرچہ احادیث (نبوی ص) ان (چار تکبیروں کے) باب کے خلاف ہیں (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

حجۃ اللہ البالغہ ج دوم ص ۵۵۰)۔

۴۔۳۹۱ حضرت عمرؓ نے ہر صیغہ میں جو جو نئی باتیں ایجاد کیں ان کو مورخین نے یکجا لکھا ہے۔ اور انکو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے حالات کو انہیں اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں۔۔۔ جناب شبلی نعمانی نے ان اولیا کی تعداد "۴۵" لکھی ہیں جن میں "۴۰" نمبر یہ ہے "نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کرادیا"۔ (الفاروق حصہ دوم زیر عنوان حلیہ، اولیات ص ۴۳۳ تا ۴۳۶۔

۴۔۳۹۲ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اکٹھا کیا اور انہیں چار تکبیروں پر جمع فرمایا۔ (شرح بلوغ المرام مؤلف احمد دہلی ص ۲۰۱ زیر شرح حدیث ۳۵۳)۔

۴۔۳۹۳ امام جلال الدین سیوطی اولیات عمرؓ میں لکھتے ہیں:

اول من حرم المتعة ..... اول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنائز علی اربع تکبیرات حضرت عمر بن خطابؓ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ کو حرام کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ سب سے پہلے ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر جمع کیا۔ (تاریخ الخلفا مطبوعہ مطبع مجتبائی سن ۱۹۱۰) ص ۱۹۷۔

۳۹۴۔۵ حضرت ابن عمرؓ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ فقہ الحدیث کتاب الجنائز ص ۶۳۱ بحوالہ بخاری (قبل الحدیث ۱۳۲۲) کتاب الجنائز باب سنۃ الصلاۃ علی الجنائز۔

ان حقائق واثبات کے بعد تحقیق کو مکمل کرنے لئے ایک بار پھر باادب واحترام دہلیز سیدۂ عالم سلام اللہ علیہا پر جبین عقیدت خم کرکے مودبانہ اور عاجزانہ سلام عرض کرتے ہیں اور خانوادہ وطہارت وعصمت کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فصل سوم "آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک تعداد تکبیر نماز جنازہ"

۳۹۵۔۱ فقہ الرضا ع باب ۳۳ الصلاۃ علی المیت ص ۱۷۷، ۱۷۸ میں مومن کی مکمل نماز جنازہ لکھی ہے جس میں پانچ تکبیروں کا ذکر موجود ہے۔

۲۔۶۹۳ عن جعفر ابن محمد علیهما السلام انه سئل عن التکبیر علی الجنائز؟ فقال خمس تکبیرات اخذ ذالک من الصلاۃ الخمس من کل صلاۃ التکبیرۃ مستدرک الوسائل آغائی نوری طبرسی ج اول باب وجواب التکبیرات الخمس فی صلاۃ الجنازۃ واجزاء ال اربع مع التقیۃ او کون المیت مخالفا ح ۳ ص ۱۱۲ بحواله دعائم الاسلام۔

صادق العترۃ الامین امامنا جعفر محمد علیہما السلام کی خدمت اقدس میں

عرض کیا گیا کہ نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں ہیں؟ فرمایا پانچ تکبیریں ہیں جو کہ پنجگانہ نماز سے لی گئی ہیں، ہر ایک نماز کی ایک تکبیر ہے۔

۳۹۷۔۱۳ایسی ہی ایک حدیث "علل الشرائع" شیخ صدوق باب ۳۴۳ح ۱ میں لکھی ہے۔

۳۹۸۔۴علل الشرائع کے باب ۳۴۵ میں ح ۲ یہ ہے: امام جعفر بن محمد بن الصادق علیہما السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں اور میت کے لئے ہر نماز کی ایک تکبیر قرار دی۔

تمت بالخیر

وانا عبد المعصومین صلوٰۃ اللہ علیہم

فی طاعتھم

زوار سید غلام رضا جعفری شمسی سبزواری

ابن مبلغ اسلام زوار سید امام علی شاہ جعفری شمسی سبزواریؒ

لاڑکانہ سندھ پاکستان

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۱	نذرانہ عقیدۃ	۲
۲	انتساب	۳
۳	ابتدائیہ جملے	۴
۴	اہمیت نماز	۹
۵	اہمیت نماز کتب اہل سنت والجماعت	۱۱
۶	اہمیت نماز کتب شیعہ اثنا عشریہ	۱۲
۷	باب اوّل وضو	۱۵
۸	فصل الاول قرآن مجید میں وضو	۱۵
۹	فصل دوم آیہ وضو اور علماء اہل سنت والجماعت	۱۵
۱۰	فصل سوم کتب اہل سنت والجماعت سے اثبات مسح پاء	۱۹
۱۱	فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۲۳
۱۲	باب دوم اذان	۳۱
۱۳	فصل الاول تعداد کلمات اذان	۳۲
۱۴	فصل دوم حی علی خیر العمل	۳۷
۱۵	فصل سوم الشہادۃ الثالثۃ المقدسۃ	۳۹
۱۶	فصل چہارم الصلاۃ خیر من النوم	۴۰
۱۷	فصل پنجم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۴۳

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ نمبر
۲۰	باب سوم اوقات نماز	۵۱
۲۱	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۵۱
۲۲	فصل دوم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۵۴
۲۳	باب چہارم جمع بین الصلوٰتین	۵۷
۲۴	فصل اول جمع بین الصلوٰتین فی السفر	۵۷
۲۵	فصل اول جمع بین الصلوٰتین فی الحضر	۶۱
۲۶	فصل سوم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۶۶
۲۷	فصل چہارم ایک اذان دو اقامتیں دو نمازیں	۶۸
۲۸	کتب اہل سنت والجماعت	۶۸
۲۹	کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۷۱
۳۰	باب پنجم "ارسال یدین" ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا	۷۳
۳۱	فصل اول نماز تبدیل ہوگئی	۷۳
۳۲	فصل دوم نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایت اور ان کا ضعف	۸۱
۳۳	فیصلہ حق	۹۴
۳۴	فصل سوم ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے والے حضرات	۹۸
۳۵	فصل چہارم محمد و آل محمد نماز میں ہاتھ کھولتے تھے؟	۱۰۲
۳۶	باب ششم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۱۰۷

مضامین

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ نمبر
۳۸	فصل دوم کتب امامیہ شیعہ خیر البریہ	۱۲۰
۳۹	باب ہفتم تلاوت الحمد کے بعد "الحمد للہ رب العالمین" کہنا	۱۲۳
۴۰	باب ہشتم رفع الیدین	۱۲۳
۴۱	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۱۲۳
۴۲	فیصلہ حق	۱۳۰
۴۳	فصل دوم حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت	۱۳۳
۴۴	فصل سوم اعتراضی روایات اور آئمہ اہل سنت کے جوابات	۱۳۴
۴۵	فصل چہارم کتب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ	۱۳۳
۴۶	باب نہم قنوت	۱۳۹
۴۷	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت سے بعض نمازوں میں قنوت	۱۳۶
۴۸	فصل دوم تمام نمازوں میں قنوت	۱۳۸
۴۹	فصل سوم نماز میں قنوت کس وقت پڑھا جائے	۱۵۰
۵۰	فصل چہارم محمد وآل محمد اور قنوت	۱۵۱
۵۱	باب دہم ذکر رکوع وسجود	۱۵۶
۵۲	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۱۵۶
۵۳	فصل دوم قرآن مجید میں تسبیح وتحمید کا ذکر	۱۶۱

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۵۴	فصل سوم آئمۂ اہلحدیث ذکر اذکار رکوع و سجود	۱۶۳
۵۵	باب یازدہم سجدہ کیلئے جھکنا	۱۶۵
۵۶	فصل اول اعتراضی جوابات	۱۶۵
۵۷	فصل دوم پھر حقیقت کیا ہے	۱۶۹
۵۸	فصل سوم سجدہ میں جانے کیلئے آئمۂ اہلحدیث کا طریقہ	۱۷۳
۵۹	باب دوازدہم اعضائے سجدہ	۱۷۷
۶۰	فصل اول کتب غیر شیعہ	۱۷۷
۶۱	فصل دوم اعضائے سجدہ کے متعلق فرامین معصومین	۱۷۹
۶۲	باب سیزدہم مقام سجدہ (سجدہ گاہ)	۱۸۱
۶۳	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۱۸۱
۶۴	فصل دوم کپڑے پر سجدہ	۱۸۳
۶۵	فصل سوم مٹی (زمین) سجدہ	۱۸۸
۶۶	فصل چہارم آل محمد اور مقام سجدہ	۱۹۰
۶۷	باب چہاردہم استقرار بین سجدتین	۱۹۳
۶۸	فصل اول حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت	۱۹۳
۶۹	فصل دوم فرامین آئمۂ اہلحدیث	۱۹۳
۷۰	باب پانزدہم تشہد	۱۹۶

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۷۱	تفسیر آیات ولا تجہر بصلاتک	۱۹۶
۷۲	مسئلہ کیا ہے جو پردے میں رہ گیا	۱۹۷
۷۳	اور ان تین گواہیوں کیلئے کچھ اور	۲۰۱
۷۳	باب شانزدوہم تکبیر سے پہلے نماز ختم کرنا	۲۰۶
۷۵	باب ہفدہم سجدہ شکر	۲۰۸
۷۶	فصل اول کتب اہل سنت والجماعت	۲۰۸
۷۷	فصل دوم سجدہ شکر اور آل محمد	۲۱۰
۷۸	باب ہشت دہم نماز جنازہ	۲۱۲
۷۹	فصل اول	۲۱۲
۸۰	فصل دوم فیصلہ حق	۲۱۳
۸۱	فصل سوم آل محمد کے نزدیک تعداد تکبیر نماز جنازہ	۲۱۵

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

786

2/132

زیارت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

سلام ہو آپ پر اے امتحان دینے والی۔ آپ کے خالق نے آپ کا امتحان لیا تو اُس نے آپ کو امتحان میں صابرہ پایا۔

میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ جو کچھ آپ کے والد گرامی (ص) اور اُن کے وصی (ع) کو دیا گیا اُس پر ثابت قدم ہوں۔ اُن دونوں پر خدا کی رحمت ہو۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر میں اس تصدیق میں سچا ہوں تو اس تصدیق کے ذریعے مجھے اپنے بابا (ص) اور اُن کے وصی (ع) سے ملحق کر دیجیے تا کہ مجھے خوشی ملے۔

اے بی بی (ع) گواہ رہنا کہ میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی ولایت کی تائید کرتا ہوں۔ اُن سب پر خدا کی رحمتیں ہوں۔

(مفاتیح الجنان، ص ۱۲۶)

کتاب ھذا، سندھ اور پنجاب کے مذہبی بک ڈپو میں دستیاب ہے۔
بالخصوص اسلام آباد، لاھور، ملتان، سکھر، لاڑکانہ اور کراچی۔

رابطے کے لئے پتہ:
زوار غلام اکبر کچھی نزد کچھی امام بارگاہ لاڑکانہ (سندھ) پاکستان
موبائل: 0308-3659619